مرثیہ درحال حضرت حُر علیہ السلام (بند ۲۵۶؍)

سنہ تصنیف: ۲۹؍رجب المرجب ۱۳۴۴ھ

دعبلِ ہند نواب مولانا سید فرزند حسین ذاخرؔ اجتہادی

(۱)

ولا پہ اہلِ ولا ہے معاملہ دل کا
قدم سنبھال لو نازک ہے مرحلہ دل کا
کرے گا دردِ جگر اُٹھ کے فیصلہ دل کا
رگوں کو توڑ کے نکلے گا ولولہ دل کا
خبر کسے ہے کہ حالت فنا سے کیا ہوگی
جو ابتدائے اجل ہے وہ انتہا ہوگی

(۲)

نہیں ہے سہل محبت کی آرزو کرنا
بسان نقش مٹا دے گا جستجو کرنا
زبانِ حضرتِ موسیٰؑ سے گفتگو کرنا
ہے زخم دل کا رگِ برق سے رفو کرنا
سفینہ قلزمِ غش نے ڈبو دیا ہوتا
جمال حسن نے دنیا سے کھو دیا ہوتا

(۳)

جگر کے درد پہ چپ رہنا ہے یہ کون سی بات
جہاں سمجھتا ہے بیتاب ہو کے کٹ گئی رات
ہیں مرنے والوں کے عالم میں کچھ عجیب صفات
خفا کوئی تو قضا ہے، جو خوش کوئی تو حیات
بڑھے جو حد سے جسارت نہیں کبھی اتنی
ہے اہلِ عشق و محبت کی زندگی اتنی

(۴)

یہ حکم حسن کہ زندہ زمیں میں گڑ کے مریں
مریض ہجر نہ بستر پہ اپنے پڑ کے مریں
وہ خوش نصیب ہیں جو دل پکڑ پکڑ کے مریں
ملے تو چین اگر ایڑیاں رگڑ کے مریں
مزاجِ دوست کا نازک کچھ ایسا عالم ہے
رضا اگر ہے تو جنت، نہیں جہنم ہے

(۵)

لہو کی بوند رگِ جاں سے گر عیاں ہوگی
مشابہ خون سے سرخیٔ آسماں ہوگی
بتا سکے گی نہ ایذا کہ چپ زباں ہوگی
کہے یہ کون کہ راحت ہمیں کہاں ہوگی
اگر کرے تو کرے دوست فیصلہ دل کا
کہ اپنے بس میں نہیں ہے معاملہ دل کا

(۶)

فدا ہوئی ہے اگر مرضیِ حبیب پہ جاں
تمام مشکلیں دنیا کی پھر تو ہیں آساں
ہر ایک دل میں بنائے گا گھر اُجڑ کے مکاں
وہ کیا بتائیں گے دشمن اگر ہوں اہلِ جہاں
یہ نقش وہ ہے جو عالم مٹا نہیں سکتا
چراغ، مہر کی ضو کو دکھا نہیں سکتا

(۷)

۔۔۔۔؟ جو نہ دشمن نے راہ بر جانا
مگر برا ہے کسی کو تباہ کر جانا
محال ہے دلِ عالم سے یہ اثر جانا
عجیب چیز ہے مظلوم ہو کے مر جانا
حق اس میں ان کا ہے گر اہل خیر روتے ہیں
ستمگروں کی جفاؤں پہ غیر روتے ہیں

(۸)

تمام سلطنتوں کا ہے اس پہ دار و مدار
یہ عدل تخت نشینی میں لیتا ہے اقرار
چنوں وہ خار چمن سے جو ہوں عدوئے بہار
ستم گروں کو جہاں کے نہ دو اماں زنہار
چھری جو پاؤ تو رکوا دو ہاتھ ظالم کا
نہیں پسند کسی دل کو ساتھ ظالم کا

(۹)

اثر دے کیوں نہ دمِ مدعا لہو بہنا
ذرا نہیں ہے پسندِ خدا لہو بہنا
زمینِ گرم پہ وقتِ وغا لہو بہنا
فلک ہلاتا ہے مظلوم کا لہو بہنا
کبھی نہیں، کبھی مہلت ہر اک کو دیتا ہے
ستمگروں سے خدا انتقام لیتا ہے

(۱۰)

جو چاہتا ہے حدِ جرم سے گذر جانا
صدائے عدل ہے ظلم اپنا بے خبر جانا
نہ سمجھا تو کدھر آنا ہے اور کدھر جانا
نہیں زمانے میں آساں لہو مکر جانا
بدل سکے گا نہ اللہ کی عدالت کو
مٹا سکے گا نہ تو صاحبانِ الفت کو

(۱۱)

تم اہلِ عشق و محبت نہ کوئی غم کرنا
نثار وعدۂ طفلی پہ اپنا دم کرنا
نہ فکر سر نہ خیالِ رہِ عدم کرنا
فنا کا دھیان نہ کچھ دل میں بیش و کم کرنا
تمام خلق مصیبت میں سینہ زن ہوگی
زمانہ روئے گا مجبور گر بہن ہوگی

(۱۲)

رضائے حق کی مہم دے کے جان سر کرنا
دلِ زمانہ میں اک روز مٹ کے گھر کرنا
اُکھڑنے والی ہر اک سانس پر اثر کرنا
جگر کو کرکے لہو درد کی خبر کرنا
ضیائے رخ جو تہہِ خوں ہے بدر بھی ہوگی
قضا جب آئے تو دشمن کو قدر بھی ہوگی

(۱۳)

تمہاری موت نہ تم کو کبھی ضرر دے گی
ستمگروں سے پر اظہارِ ظلم کر دے گی
جفا جب ان کے کئے کی انہیں خبر دے گی
لہو کو دیکھ کے شرمندگی اثر دے گی
غریب و بیکس و صابر جو پائے گا تم کو
شہید کرکے زمانہ چھپائے گا تم کو

(۱۴)

دلوں کی الفتیں راحت پسِ فنا دیں گی
ستانے والوں کی ایذائیں گر ستا دیں گی
جہاں میں قسمتیں مٹ کر اثر دکھا دیں گی
نکل کے صدر سے روحیں حجاب اُٹھا دیں گی
ستم کے بعد زمانہ اماں کو ترسے گا
چھری گلوں پہ چلے گی تو خون برسے گا

(۱۵)

کسی حبیب کا تم تک گذر نہیں نہ سہی
تمہارے غم پہ جہاں کی نظر نہیں نہ سہی
مآلِ شدّتِ دردِ جگر نہیں نہ سہی
تمہاری آج قضا کا اثر نہیں نہ سہی
تمہارے خون سے دشمن جو ہاتھ دھوئیں گے
تمہیں نہیں تو مقدر کو اپنے روئیں گے

(۱۶)

یہ وہ نہیں ہے مصیبت جو دل کوئی ٹالے
رُلائیں گے وہ عدو کو جو زخم ہیں آلے
چراغِ قبر کو ہنس ہنس کے دیکھنے والے
بتائیں گے کہ ہیں در پردہ قلب میں چھالے
سفینہ آنسوؤں کا انقلاب میں ہوگا
یہ غم وہ ہے جو ہنسی کے حجاب میں ہوگا

(۱۷)

نہ تم رہوگے نہ ہر صاحبِ جفا باقی
تھی جس سے دل کو وہ رہ جائے گی ولا باقی
نہ خوں رہے گا تو رہ جائے گی وہ جا باقی
ہر اک زباں پہ رہے گا یہ تذکرا باقی
فنا کے بعد زمانہ نہ پائے گا تم کو
ہر ایک دست تأسف بتائے گا تم کو

(۱۸)

وہ کر گئیے کہ نہ عالم کے دل سے غم نکلا
ذرا سا بھی نہ حد صبر سے قدم نکلا
جو پوچھئے تو وفادار تم سا کم نکلا
نشان زمیں کے کہیں گے یہیں پہ دم نکلا
کسی غریب کا دامن پکڑ پکڑ کے مرے
جوان تازہ جو تھے ایڑیاں رگڑ کے مرے

(۱۹)

وطن سے دور اگر آئے گی قضا تم کو
خدا کی ذات سے ہے مر کے آسرا تم کو
اثر دکھائے گی کیا کیا نہ یہ ولا تم کو
کہ چھپ کے روئے گا ہر صاحبِ جفا تم کو
سفینہ دل کا یمِ اشکِ غم ڈبوئے گا
کسی محل میں تلاطم کبھی تو ہوئے گا

(۲۰)

نہیں سہی نہ رہے گا جو کارواں باقی
جفا تو ہے جو نہیں مرگِ ناگہاں باقی
گلوں کی دے گی خبر ہے اگر خزاں باقی
نہ تم رہوگے تو رہ جائے گا نشاں باقی
بہارِ باغ نہ جنگل میں آئے گی کب تک
لہو کو چشم زمانہ چھپائے گی کب تک

(۲۱)

نہ کرنے پائیں گے دشمن تمہارا کوئی ضرر
تمہارے قتل کی کب تک چھپی رہے گی خبر
تمہیں بتائے گی غربت کی شام ہو کہ سحر
اندھیری رات کے دامن میں تم رہوگے اگر
ہوا کے جھونکوں سے اُڑ اُڑ کے آئیں گے برسوں
چراغ، قبر پہ ذرّے جلائیں گے برسوں

(۲۲)

کریں گے لاکھوں تدابیر ظلم کے بانی
مگر خدا کے تفضّل سے ہوگی حیرانی
گر آبِ بحر کو لائیں گے دشمنِ جانی
سر اپنا قبر پہ پٹکے گا نہر کا پانی
قدم نہ حد سے زیادہ بڑھائیں گے اپنا
حباب قبر پہ گنبد چڑھائیں گے اپنا

(۲۳)

جہاں کبھی تو غریبوں سے باخبر ہوگا
کبھی تو موت کا پردیس کی اثر ہوگا
کبھی تو اہلِ وطن کا اِدھر گذر ہوگا
مجاوروں کا یہ جنگل کبھی تو گھر ہوگا
کہاں تک اُڑتی ہوئی خاک ہم نشیں ہوگی
کبھی تو خلق میں آباد یہ زمیں ہوگی

(۲۴)

جو دل میں تھے وہ ارادے کیئے خدا نے تمام
کل آٹھ روز کیا تھا مسافروں نے قیام
اُجاڑ بن کی پر آشوب تھی سحر ہو کہ شام
ہے آج دید کے قابل وہی خراب مقام
دلوں کے آئینوں سے محو، شکلِ زشت ہوئی
کیا وہ کیا کہ جو بیٹھی زمیں بہشت ہوئی

(۲۵)

ہوا جہاں پہ نہ چلتی تھی خوف کے مارے
تمام کرتے تھے راہوں کو ہٹ کے سیّارے
لہو نے بہہ کے وہ کانٹے چھپا لئے سارے
اُسی زمین کے ذرّے بنا دیئے تارے
ولا کا تھا جو نہاں وہ اثر دکھا کے چھپے
زمینِ نحس کو خاکِ شفا بنا کے چھپے

مطلع ثانی (۲۶)

سحر دہم کی نمایاں جو کربلا میں ہوئی
پئے نبرد کمربندی اشقیا میں ہوئی
اِدھر عیاں سبقت لشکر جفا میں ہوئی
یہ دھوم اُدھر سپہِ سبطِ مصطفیؐ میں ہوئی
وغا سے زیر و زبر فوجِ شام ہو مولاؑ
کریں جہاد جو حجّت تمام ہو مولاؑ

(۲۷)

یہ سن کے شہؑ نے ہر اک سے بڑھا دیا رہوار
قریبِ فوج جو پہنچے امامِ عرش وقار
صدا یہ دی ہے کدھر ابنِ سعدِ ناہنجار
مسافروں سے بتا کچھ ہے کیا تجھے سروکار
ارادے دل میں جو ہیں طیِّ رہگذر کے ہیں
نہ سلطنت کے ہیں خواہاں نہ مال و زر کے ہیں

(۲۸)

ہے کیا خدا کی زمینوں پر اختیار ترا
ارے یہ کرتا ہے کیوں بے سبب کسی سے وغا
جہاں میں تجھ کو تعرض مسافروں سے ہے کیا
نہ ہو پسند تو ہم چھوڑ دیں یہاں کی بھی جا
یہی لجامیں سمندوں کی اپنی موڑ دیں ہم
جو تو کہے یہ عراقِ عرب کو چھوڑ دیں ہم

(۲۹)

خدا کے حکم سے یہ فرض ہے بشر کے لئے
نہ مستعد کوئی دل خود سے ہو ضرر کے لئے
قیام شاق مرا ہو جو اہلِ شر کے لئے
زمیں یمن کی ہے کافی مرے بسر کے لئے
جھکا کرے گا یہ سر ہر نماز کی جانب
نہ رخ کروں گا عراق و حجاز کی جانب

(۳۱)

وہ خط لکھے نہ جنہوں نے ذرا اثر چھوڑا
جو تم سبھوں نے بلایا تو اپنا گھر چھوڑا
اُدھر فریب کو تم نے نہ اہلِ شر چھوڑا
بہ جبر میں نے مزارِ نبیؐ اِدھر چھوڑا
جو تھا خطوں میں وہ اصرار یاد تھا مجھ کو
نہ آتا گر تو خیالِ فساد تھا مجھ کو

(۳۲)

مگر بلا کے یہ کی تم نے کیسی مہمانی
کہ ساتویں سے ہوا بند بے خطا پانی
اور آج لڑنے پہ مائل ہیں ظلم کے بانی
وہ کیا سبب ہے کیا جس نے دشمنِ جانی
کلامِ پاک میں حکمِ خدا دکھا دو مجھے
جہاں لکھا ہو مرا قتل وہ بتا دو مجھے

(۳۳)

خطا ہو گر تو مرے خوں سے ہاتھ لال کرو
غریب دل کی تمنا نہ پائمال کرو
نہ بے محل کسی مظلوم سے ملال کرو
کہاں یزید کہاں میں تمہیں خیال کرو
ہے عزّت آج شہِ مشرقینؑ کی کیسی
شراب خوار سے بیعت حسینؑ کی کیسی

(۳۴)

یہ کہہ رہے تھے ابھی فوجِ شام سے شہؑ دیں
جو بڑھ کے صف سے پکارا یہ ابنِ سعدِ لعیں
نہ بیعت آپ کریں گے تو پھر امان نہیں
وغا کرے گا ضرور آج شہؑ سے لشکرِ کیں
حضور حق پہ ہیں بیکار ڈر فساد کا ہے
ہوں قتل آپ یہ فرمان ابنِ زیاد کا ہے

(۳۵)

کلام مکر نہاں کر سکا نہ غمّازی
عیاں ہوئی پسرِ سعد کی دغا بازی
سپاہِ شاہؑ میں بے چین ادھر ہوئے تازی
پکڑ کے تیغوں کے قبضے بپھر گئے غازی
زمانہ خوں جو کرے اُس نگاہ کو روکا
امامِ عصرؑ نے مڑ کر سپاہ کو روکا

(۳۶)

ادھر ہر ایک کو سمجھا کے لے گئے شہِؑ دیں
اُدھر ہوا حرِؑ غازی سپہ سے چیں بجبیں
یہ فکرِ دل نے تصور کو وسعتیں دے دیں
کہا یہ مڑ کے جہنم میں میں گرا تو نہیں
تپش ہے قلب کی پہلو میں یا سلگ گئی آگ
بجھائے کون کہ دامن میں بڑھ کے لگ گئی آگ

(۳۷)

جو دیتے نفع وہ پہلو نہ رات بھر نکلے
مری خطا کے جو مخفی تھے وہ ضرر نکلے
جو دیکھتا تھا اُسی آگ کے اثر نکلے
تڑپ کے دل نے وہ کی آہ، وہ شرر نکلے
فنا نہ جل کے کہیں ہوں سنبھالیئے مجھ کو
حسینؑ جھک کے سقر سے نکالیئے مجھ کو

(۳۸)

کئے نظر نے تصور جو رات بھر پیدا
نہ وہ مٹائے مٹے جو ہوئے ضرر پیدا
یہ شب وہ تھی کہ ہوئی حشر کی سحر پیدا
سقر کے ڈر نے یہاں تک کیا اثر پیدا
لرز رہا ہوں تو دل میں سکوں کا نام نہیں
کہ اک جگہ پہ کسی عضو کا قیام نہیں

(۳۹)

میں فتح یاب کب اپنے فتور پر ہوں گا
بجل اگر ہوں تو نازاں قصور پر ہوں گا
سقر جلائے گا گر شہؑ سے دور پر ہوں گا
فدا ضرور میں پائے حضور پر ہوں گا
گنہ سے اپنے یہ حرؑ شرمسار ہے مولاؑ
معاف ہوں کہ نہیں اختیار ہے مولاؑ

(۴۰)

یہ ابتدا میں مرا قصد لا کلام نہ تھا
پر اب سپاہ مخالف سے کوئی کام نہ تھا
غلامِ شہؑ تھا مطیعِ امیرِ شام نہ تھا
عبث عبث مرا اس فوج میں قیام نہ تھا
کسی کی تو شہؑ مظلوم پر نظر ہوگی
میں صلح جان رہا تھا دمِ سحر ہوگی

(۴۱)

یہ فکر کرتے ہوئے آئے ابنِ سعد کے پاس
کہا لڑے گا شہِؑ دیں سے کیا تو بے وسواس
نہیں ہے تجھ کو مسلمان ہو کے کوئی ہراس
اماں نہ پائیں گے کیا رن میں شاہِؑ نیک اساس
خیالِ قلب کو سچ سچ بتا خدا کے لئے
کھنچیں ہیں تیغیں جگر بندِ مصطفیؐ کے لئے

(۴۲)

جنابِ حرؑ سے بنِ سعد نے یہ سن کے کہا
لڑے گی شہِؑ سے ضرور آج رن میں فوجِ جفا
وہ جنگ جس کا نہ تا حشر مثل ہو پیدا
وغا وہ سخت ہے آساں یہ مرحلہ جس کا
لہو کی بوندیں ہر اک تیغ سے فضا میں اُڑیں
یہ قصد رکھتا ہوں ہاتھ اور سر ہوا میں اُڑیں

(۴۳)

جو دل میں عزم کئے تھا لعیں وہ کر گذرا
یہ فکر وہ تھی جو کوفہ سے لے کے آیا تھا
ذرا بھی کی نہ دل و جانِ فاطمہؑ سے وفا
وہیں تک آئے جو سوچے تھا انتہائے وغا
نہ خیریت کوئی سلطانِ مشرقین کی تھی
خبر ابھی سے یہ پامالیِ حسینؑ کی تھی

(۴۴)

یہ سن کے حرؑ نے ستمگر سے پھر کیا یہ بیاں
کرے گا صلح نہ کیا شاہِؑ دیں سے تا امکاں
کہا کہ میں تو ہوں راضی اس امر پر ہاں ہاں
ہے پر حسینؑ کا ابنِ زیاد دشمنِ جاں
پسند موت اسے شاہِؑ بے نظیر کی ہے
میں کیا کروں یہ تعدّی ترے امیر کی ہے

(۴۵)

لعیں سے حرؑ کو سکوں بخش جب ملا نہ جواب
عیاں نہ ہونے دیا دل میں جو بھرا تھا عتاب
پسند تھے جو نہ عاداتِ فوجِ خانہ خراب
بتائی قلب نے بیتاب ہو کے راہِ صواب
کیا جو ضبط تو غم نے جگر کو توڑ دیا
فرس کو اپنے رسالے کی سمت موڑ دیا

(۴۶)

تھا راستے ہی میں غازیؑ کا اسپ تیز خرام
جو راہ میں ہوئے قرۃ سے اور یہ حرؑ سے کلام
کہاں سے موڑی ہے اپنے فرس کی تو نے لجام
کیا بھی یا نہیں دریا پہ تھوڑی دیر قیام
جو ہوگا سرد وہ پانی بتا دیا کہ نہیں
فرس کو نہر سے سیراب بھی کیا کہ نہیں

(۴۷)

سوالِ حرؑ کا فقط اس قدر نتیجہ تھا
خیال دل میں ستمگر کچھ اس کا بھی آیا
جو تین روز سے بچوں سمیت ہے پیاسا
نہ کی حسینؑ کو بلوا کے کوفیوں نے وفا
ملے کسی کو نہ ہنگامِ مدّعا پانی؟
فرس پئیں، نہ پئے جانِ مصطفیؐ پانی؟

(۴۸)

یہ کہہ کے قرۃ سے چھیڑا پھر اسپ تیز خرام
قریب تھا ہی کہ آ پہنچا وہ مطیعِ امامؑ
کہا کہو کہ ہے کیا حسرتِ دلِ ناکام
مرے شریک ہو یا ہو شریکِ لشکرِ شام
نہ ہوگا مجھ سے جو بیکس کو پائمال کروں
پلائے جو مجھے پانی اسے حلال کروں

(۴۹)

جہاں سے اٹھ گیا انصاف، کیا گلہ اس کا
ارادہ جلد کہو اپنا، ہو نہ دیر ذرا
کہا وہ عزم، جو مصعب بنِ یزید کا تھا
کہ میں نہ جاؤں گا نزدِ امامِؑ ہر دو سرا
کسی پہ کھلنے نہ پائے گی کیفیت میری
میں ساتھ دوں یہ نہیں اس میں مصلحت میری

(۵۰)

یہ سن کے بھائی سے مڑ کر پسر کو دی آواز
بتا پدر سے جو مخفی ہو تیرے قلب کا راز
تو خم کرے گا درِ شاہؑ پر جبینِ ناز
رہے گا یا تو چچا پاس ہو جو جنگ آغاز
حسینؑ ذبح ہوں اس کا ملال ہے بیٹا
جو کچھ ہے مجھ کو وہ اپنا خیال ہے بیٹا

(۵۱)

پسر نے باپ سے جس دم سنی یہ حالتِ زار
یہ عرض کی کہ میں ہوں دل سے چلنے پر تیار
مجھے یزید کی فوجوں سے کچھ نہیں سروکار
کہا یہ حرؑ نے کہ پھر دیر کیوں کرو میں نثار
مجھے نہ ہو کہیں شرمندگی پیمبرؐ سے
برسنے والے ہیں پیاسے پہ تیر لشکر سے

(۵۲)

ہے اس لئے مجھے جلدی پہ بار بار اصرار
مری قضا میں نہ تاخیر ہو دمِ پیکار
یہ کہہ کے لے چلا بیٹے کو ساتھ وہ دیندار
جو راہ میں یہ مہاجر نے ہنس کے کی گفتار
حرِؑ دلیر معین سپاہ شر ہوگا
میں جانتا ہوں کہ دشمن پہ حملہ ور ہوگا

(۵۳)

سنے جو حرؑ نے مہاجر سے بے محل یہ کلام
لرز گیا یہ بیاں سنتے ہی وہ نیک انجام
عجب ہے کیا کہ جو دشمن کی لفظ کا الزام
ہوا ہو حرؑ کے لئے وجہِ جنبشِ اندام
امامِ عصرؑ سے بالکل قریب تھا غازیؑ
یہ سنتا کیا کہ سعادت نصیب تھا غازیؑ

(۵۴)

یہ وجہ تھی کہ جو جنبش میں تھے تمام اعضا
برائے اہلِ قرابت نبیؐ نے تو یہ کہا
کرے نہ ترک عزیزوں سے میرے کوئی ولا
نہیں ہے ان کے عدو کی جگہ سقر کے سوا
یزیدِ نحس کی الفت میں یہ ارادہ ہو
خدا کی شان کہ دشمن رسولؐ زادہ ہو

(۵۵)

عیاں مہاجر و حرؑ سے ہوئے یگانہ و غیر
مکینِ کعبہ کوئی ہے تو کوئی ساکنِ دیر
کوئی ہے شرک کا عادی، کوئی ہے سالکِ خیر
ابھی تھے ایک، مگر اب ہے اک سے ایک کو بیر
جری سے فرق لعینوں کے رسم و راہ میں تھا
سقر نبیؐ کا بتایا ہوا نگاہ میں تھا

(۵۶)

خود اس کا آپ ہے قائل مہاجرِ مکار
کہ حرؑ کے شانوں کو ہوتی تھیں جنبشیں ہر بار
تمام گوشت تھا شانے کا دستِ رعشہ دار
یہ رنگ میں نے جو دیکھا تو یہ کیا اظہار
بہت زیادہ پریشان کئے ہے غم تم کو
حرؑ! آج سہا ہوا دیکھتے ہیں ہم تم کو

(۵۷)

جو کرتا آج سے پہلے کوئی یہ مجھ سے سوال
کہ کون اشجع کوفہ ہے، کہہ تو اپنا خیال
جہاں میں دامن جرأت ہے کس سے مالا مال
بتا کے تم کو، میں کہتا نہیں ہے ان کی مثال
جو خود شجاع ہیں وہ بھی دلیر کہتے ہیں
اُنہیں عراق کے بیشے کا شیر کہتے ہیں

(۵۸)

کہا یہ حرؑ نے کہ ہاں تھا کبھی دلیر پر اب
وہ کیا بتاؤں جو ہے قلبِ مضطرب پہ تعب
عجب طرح سے بسر میں نے کی ہے آج کی شب
کبھی غضب میں گھرا تھا، کبھی تھی رحمتِ رب
کبھی نظر تھی یہاں، اور کبھی وہاں میری
جگہ تھی دوزخ و جنت کے درمیاں میری

(۵۹)

اُسی طرح سے ابھی تک ہے حالتِ دلِ زار
جناں ہو یا ہو جہنم میں لوں گا آخرِکار
مگر یہ سن لے مہاجر تو آخری گفتار
نہ اپنا چاہیں گے نقصاں جو ہیں بشر ہشیار
ضد اس میں دل کو یہ اب ہے کہ امرِ خیر کروں
شہید ہو کے بہشتِ بریں کی سیر کروں

(۶۰)

بشر الگ نہ چلے سر نوشت کے ہوتے
نہ مانا جاتا جو کعبہ کنشت کے ہوتے
تو فیصلے نہ ذرا بختِ زشت کے ہوتے
کبھی نہ لوں گا جہنم، بہشت کے ہوتے
جہاں چلا ہوں وہیں وقتِ مدعا جاؤں
ہوں ٹکڑے جسم کہ زندہ جلا دیا جاؤں

(۶۱)

یہ کہہ کے سمتِ شہؑ دیں بڑھا دیا رہوار
خدا سے کہتے چلے یہ بہ دیدۂ خوں بار
قبول کر مری توبہ کو اے مرے غفّار
کہ تیری ذات پر اس عبد کا ہے دار و مدار
وہ کون دل ہے جو تجھ سے امیدوار نہیں
کریم مجھ سا جہاں میں گناہگار نہیں

(۶۲)

مرے رحیم یہ کیسا غضب کیا میں نے
کہ خوف تیرے ولی کو دلا دیا میں نے
کیا حسینؑ کو مرعوب بے خطا میں نے
پسر سے تیرے پیمبرؐ کے کی وغا میں نے
پئے نبیؐ مرے نالوں میں دے اثر یا رب
سرِ ندامتِ عاصی پہ رحم کر یا رب

(۶۳)

ہوس یہ ہے کہ ترا آستاں ہو اور یہ جبیں
وہاں نہ بھیجنا مجرم جہاں ہوں تیرے مکیں
وہ آگ جس کی حرارت کا کوئی مثل نہیں
جو تو خفا ہو تو ممکن نہیں پناہ کہیں
نہ مجھ پہ کرنا عذابِ الیم اے مالک
نہیں میں قابلِ نارِ جحیم اے مالک

(۶۴)

ارے وہ قہر کی چنگاریاں وہ نار سقر
وہ بطن جس میں سمائیں تمام جن و بشر
کرے جو گر کے تحمل ہے کون سا وہ جگر
وہ شعلے جس میں ہوں کونین جل کے خاکستر
فرشتگانِ غضب کی ہے آزمائی ہوئی
وہ آگ جو ترے غصّہ کی ہے جلائی ہوئی

(۶۵)

وہ ہول خیز جگہ، ہولناک وہ منظر
کہ تیرا علم سمجھتا ہے حدِّ طولِ سقر
قدِ جبال سے شعلہ کوئی نہیں کم تر
سیاہ آندھیاں چلتی ہیں اُڑتے ہیں جو شرر
ہر ایک رنگ بتاتا ہے بے پناہ ہے آگ
زمیں لہو ہے، دھواں سرخ ہے، سیاہ ہے آگ

(۶۶)

ترے جلال کی شدت سے خود تباہ ہے آگ
گناہ گاروں کے اعمال کی گواہ ہے آگ
جلانے والی بہ اندازۂ گناہ ہے آگ
ہے سرخ و سبز کبھی اور کبھی سیاہ ہے آگ
ترے جلال و غضب کی کھلی نشانی ہے
وہ روح آگ کے شعلے کی ہے جو دھانی ہے

(۶۷)

وہ جانے قعرِ جہنم میں ہو مکان جس کا
سلگ کے ہڈّیاں لیتی ہوں امتحاں جس کا
سیہ وہ آگ کہ ہم رنگ ہے دھواں جس کا
زمیں کی طرح دہکتا ہے آسماں جس کا
جلانے دار زمانہ کو بر محل آتیں
جو تو نہ روکتا چنگاریاں نکل آتیں

(۶۸)

سقر سے پھیلتی ہے فرسخوں جلی ہوئی بو
سلگ کے آنچ بنے ہیں ہواؤں کے گیسو
بلند و پست پہ نارِ سقر کا ہے قابو
دھوئیں پہ آگ کے شعلے بدلتے ہیں پہلو
ہوائیں جاتی ہیں مجرم سے جب گلے مل کے
کباب لگتے ہیں ہر سیخ شعلہ پر دل کے

(۶۹)

جو جل کے اُڑتا ہے ہر عضو اس کا کب ہے حساب
کئی طرح سے بلندی پہ بھن رہے ہیں کباب
کہاں ہے طاقتِ مجرم جو روک لے یہ عتاب
وہ دیکھتے ہیں جو اعضا پہ ہو رہا ہے عذاب
ہوا جو بڑھتی ہے شعلے دہکتے جاتے ہیں
جگر کی آگ کے آنسو ٹپکتے جاتے ہیں

(۷۰)

وہ کون ہے کہ جو ایسی جگہ پسند کرے
غضب کی آگ کو سینوں میں اپنے بند کرے
سقر کے شعلوں پہ ہر عضو کو پسند کرے
نہ کارِ جہل زمانے میں عقل مند کرے
رہے نگاہ جو فردِ عمل سیاہ کرے
ہو تجھ سے عفو کا طالب اگر گناہ کرے

(۷۱)

یوں ہی کئے ہے مرا جہل مبتلا مجھ کو
مرے کریم نہ دینا کوئی سزا مجھ کو
درِ مراد پہ لایا ہے مدّعا مجھ کو
سقر میں اب نہ گرائے کوئی خطا مجھ کو
وہ میرے جرم ہیں جس سے نہیں ہے چین مجھے
میں جی بچوں جو بچا لیں مرے حسینؑ مجھے

(۷۲)

یہ عرض کر کے بڑھائے کچھ ایسے تیز قدم
جبینِ عجز تھی اور پائے سیدِ عالم
کچھ اتنا جلد لے آئی ہوائے شوقِ ارم
نظر نہ کر سکے حرؑ پر امامؑ نیک شیم
کہا یہ شہؑ نے تپاں کون ہے یہ غم پہ مرے
کہے تو کوئی یہ کس کا ہے سر قدم پہ مرے

(۷۳)

بہ عجز دست ادب جوڑ کر یہ حرؑ نے کہا
میں حرؑ ہوں، جو ہے خطا کارِ سیدِ والا
نہیں خدا کی خدائی میں بے ادب مجھ سا
کہ جس نے راہ میں سلطانِ دیں کو روکا تھا
دوا کوئی پئے قلبِ ملول ہے کہ نہیں
بتایئے مری توبہ قبول ہے کہ نہیں

(۷۴)

اُٹھا کے سر کو یہ کہنے لگے شہِؑ دلگیر
نہ بے قرار ہو اے حرؑ، معاف کی تقصیر
جھکا قدم پہ دوبارہ وہ عاشقِ شبیرؑ
کہا حضور ہے اب جرم کی یہی تدبیر
خیال کیوں نہ دمِ مدّعا کروں اپنا
ہوں عفو جرم تو میں سر فدا کروں اپنا

(۷۵)

کہا امامؑ نے مہماں کو اذن دوں کیونکر
کہا اسی کی ہوس ہے جو پاؤں پر ہے یہ سر
کہا قیام کروگے یہاں نہ کیا دم بھر
کہا حضور جہاں سے بہشت ہے بہتر
کہا کہ دعوتِ مہمان ہے میزباں کے لئے
کہا یہ حکم ملے گلشن جناں کے لئے

(۷۶)

کہا کہ لینے دو اوروں کو تم رضا پہلے
کہا ہوس ہے کہ آئے مجھے قضا پہلے
کہا کہو تو کوئی اپنا ماجرا پہلے
کہا یہ شوق لے آیا کہ ہوں فدا پہلے
کہا یہ ضد ہے کہ جاؤ ارم میں دنیا سے
کہا کہ اذن کا طالب ہوں شاہِؑ والا سے

(۷۷)

تھا شوق حرؑ کو دمِ عرضِ مدعا ایسا
رضا جہاد کی پا لی تو سر قدم سے اُٹھا
دوبارہ دستِ ادب جوڑ کر یہ حرؑ نے کہا
معاف کیجئے گستاخیاں مری مولا
ہوس یہ ہے کہ سزا کوفیوں کو دے کے مروں
جو فوجِ دیں پہ بلا آئی ہے وہ لے کے مروں

(۷۸)

یہ چاہتا ہوں وہ عنواں کوئی تو ہو مجھ سے
کہ ایسی جنگ کا خواہاں کوئی تو ہو مجھ سے
سپاہِ شر میں پشیماں کوئی تو ہو مجھ سے
جہاں میں کارِ نمایاں کوئی تو ہو مجھ سے
وغا کی سیر شہنشاہِ دیں ضرور کریں
لڑوں میں شمرِ لعیں سے دعا حضور کریں

(۷۹)

سنا جو حرؑ سے شہنشاہِ دیں نے شمر کا نام
کہا یہ عزم نہ ہو وقتِ جنگِ لشکر شام
ہے اس خیال میں اے حرؑ مجھے زیادہ کلام
وغا میں تم مرے قاتل پہ کھینچنا نہ حسام
اسی کا دل ہے زمانے میں سخت پتھر سے
کرے گا ذبح مجھے وقتِ عصر خنجر سے

(۸۰)

جناں میں آج کے دن ہوگا داخلہ سب کا
کوئی رہے گا نہ ظلمِ سپاہ سے زندا
پسند کی ہے پئے قبر بیکسوں نے یہ جا
یہ وہ زمیں ہے جہاں آئے گی ہر اک کو قضا
میں قتل رن میں ہوں اس کے سوا امنگ نہیں
ترے امامؑ کو ارمانِ فتحِ جنگ نہیں

(۸۱)

ہر ایک موت پہ باندھے ہوئے ہے اپنی کمر
وہ کون ہے جو نہ دے گا خدا کی راہ میں سر
حبیبؓ و مسلمؓ و وہبؓ و زہیرؓ نیک سیر
جنابِ قاسمؑ و عباسؑ و جعفرؑ و اکبرؑ
ہر اک کے داغ دلِ بے قرار میں ہوں گے
یہ انتہا ہے کہ اصغرؑ مزار میں ہوں گے

(۸۲)

وغا وہ میری وہ اعدا کی لشکر آرائی
وہ رنجِ تشنہ دہانی وہ نا شکیبائی
وہ میری موت وہ سیدانیوں کی تنہائی
پکارنا وہ بہن کا ارے مرا بھائی
وطن سے چھٹ کے مقدر مرا بگڑتا ہے
کسے بلاؤں کہ امّاں کا گھر اُجڑتا ہے

(۸۳)

یہ حال کہہ چکے جس وقت سید ابرار
بیانِ شاہؑ پہ رویا کیا حرؑ دیندار
کہا کہ اے جگر و جانِ احمدؐ مختار
یہ صبر آپ ہی کا کام ہے دمِ پیکار
بسانِ حرفِ غلط کل سپاہ ہوجائے
حضور چاہیں تو دنیا تباہ ہو جائے

(۸۴)

یہ عرض کرکے ارادے دلیر کے بدلے
جو بڑھ گئے تھے وہ عنوان دیر کے بدلے
فرس پہ بیٹھ کے رستے جو پھیر کے بدلے
لجام اُٹھائی تو مقصود شیر کے بدلے
ہوائے شوقِ وغا یوں سوئے سپاہ گئی
جہاں کھڑے تھے بہادر وہیں نگاہ گئی

(۸۵)

نظر نے جانچ لئے جب سپاہ کیں کے سوار
تو مڑ کے اپنے جگر بند سے یہ کی گفتار
حدیں سپاہ کی تم نے بھی دیکھ لیں میں نثار
کہاں کہاں ہیں دلیرانِ فوجِ ناہنجار
جو لشکروں میں ہو اُس انقلاب کو دیکھیں
لڑو جوان سے تم ہم شباب کو دیکھیں

(۸۶)

پسر نے دست ادب جوڑ کر کہا بہتر
جو آپ کی ہے تمنا وہی ہے مدّ نظر
کروں گا قتل میں چن چن کے فوج کے افسر
پڑے لجامِ فرس پر جو دو دلوں کے اثر
جو لڑ رہے تھے ہواؤں سے وہ نفس چھیڑے
بہادروں نے تڑپتے ہوئے فرس چھیڑے

(۸۷)

ہلیں لجامیں، اُٹھی خاک، رہوار چلے
نہ تھے سکوں کے جو عادی وہ بے قرار چلے
ہوائیں لے کے سوئے دشتِ کارزار چلے
یہ پوچھے کون کہ مڑ کر کسے پکار چلے
معینِ پا دم تیزی ہر ایک ہاتھ رہے
ہوا ہو، برق ہو، گردش ہو کون ساتھ رہے

(۸۸)

عجیب شان سے رن میں بڑھا ہر ایک سمند
ہے اختلاج کو جنبش قدم کی فائدہ مند
بکھرنے والے ہر اک بال تھے نظر کو کمند
کیا تھا دل کے ارادوں کو دورِ نعل میں بند
چلیں زمین پہ یا سوئے آسماں پہنچیں
ابھی تو کہہ نہیں سکتا کوئی کہاں پہنچیں

(۸۹)

فلک کا دَور کوئی، رنگِ انقلاب کوئی
سبک لجام کوئی اور گراں رکاب کوئی
ہے اپنے رنگ میں کھلتا ہوا گلاب کوئی
خود اپنی گرم روی کا ہے آفتاب کوئی
کھلے جو دل کی تپش اعتبار آ جائے
ہو التہاب تو نصف النہار آ جائے

(۹۰)

تھا شوخ چال میں زائد دمِ نبرد کوئی
جہاں کے گھوڑوں کو سمجھے ہوئے تھا گرد کوئی
حسین ہو کے بنا تھا جگر کا درد کوئی
قدم کے سمجھے ہوئے تجربوں میں فرد کوئی
جو رنگ ہیں وہ جداگانہ انقلاب کے ہیں
کوئی ہے پیر، کہیں ولولے شباب کے ہیں

(۹۱)

بھرا ہے جوش میں بیٹے کا باپ کا رہوار
یہ چاہتے ہیں نکل جائیں ہم دمِ پیکار
وہ ولولے ہیں نہیں اک کو ایک سے سروکار
یہ کہتا جاتا ہے تیزی میں ایک اک کا سوار
خوشی نہ محو ہو ایسی کمندِ غم ڈالو
زمیں پہ جوش میں سمجھے ہوئے قدم ڈالو

(۹۲)

یہ مانا ہم نے ہواؤں سے کوئی بند نہیں
فلک کے دَور سے ہر چال کو گزند نہیں
کسی کی تیزیٔ رفتار سودمند نہیں
مخالفت کے مگر راستے پسند نہیں
کرو خرام سے پامال بن بھی، گلشن بھی
وہ چال ہو جسے دیکھے ہر ایک دشمن بھی

(۹۳)

یہ کہتا جاتا ہے اپنے فرس سے حرؑ کا پسر
سمند کون یہ آگے ہے کچھ تجھے ہے خبر
نہیں بزرگی و خردی ذرا بھی مدّ نظر
اگر یہ چھیڑ کے بڑھ جائے بھی تو کیا ہے ضرر
بہت برا ہے سعادت کا گر محل جائے
(کماں) کا دَور نہیں ہے جو تو نکل جائے

(۹۴)

جہاں میں فرد اگر تو ہے، یادگار ہے وہ
جو تو ہے دل کی ہوس، چشمِ انتظار ہے وہ
اگر تو غنچۂ سر بستہ ہے، بہار ہے وہ
جو تجھ میں چلبلا پن ہے، تو بردبار ہے وہ
یہ مانا میں نے کہ تیری سی آن بان نہیں
کبھی تھا وہ بھی جواں آج اگر جوان نہیں

(۹۵)

رہی کھنچی ہوئی گر باگ تو سنبھل کے چلا
نہ فکر (لی) تو ہواؤں سی چال چل کے چلا
اگر ارادۂ راکب ذرا بدل کے چلا
یہ کہہ کے روک لیا گر فرس نکل کے چلا
نہ جانے دوں گا تجھے دشت میں کبھی آگے
ارے مقامِ ادب ہے نہ بڑھ ابھی آگے

(۹۶)

خیال چال میں کیوں ہے یہ بار بار اُس کا
نہ محو کر دمِ رفتار انتظار اُس کا
مری نگاہ میں بے حد ہے اعتبار اُس کا
ہے فرض جس کی اطاعت، ہے راہوار اُس کا
قدم نہ رکھنا کسی نقشِ گام پر اپنا
یہ سجدہ گاہِ ادب ہے جھکا دے سر اپنا

(۹۷)

فرس سے اپنے اِدھر ہے حرؑ جری کا کلام
خلافِ مرضیٔ دل کیوں بڑھا رہا ہے تو گام
نہیں ہے کیا مرے قابو میں آج تیری لجام
بتا تو کچھ کہ ہے کیا مطلبِ دلِ خود کام
قدم قدم پہ یہ تو اُڑ کے دیکھتا ہے کسے
ہے اسپِ نورِ نظر مڑ کے دیکھتا ہے کسے

(۹۸)

میں چاہتا نہیں بیٹا نظر سے ہو اوجھل
ارے یہ تیز روی کا بتا ہے کوئی محل
نہ اس طرح سے رواں تو ہو جانبِ مقتل
ہے خاک پچھلے قدم کی کئے ہوئے بیکل
یہ خارِ رنج دلِ درد ناک میں نہ چھپا
ابھی سے نور نظر میرا خاک میں نہ چھپا

(۹۹)

یہ لختِ دل مرے صد چاک دل کا پارا ہے
اندھیری راہ میں آنکھوں کا میری تارا ہے
حسینؑ اکیلے ہیں جز موت کون چارا ہے
امامِ وقت کی الفت میں سب گوارا ہے
پسر کروں گا شہؑ مشرقین پر صدقے
وہ وقت آئے تو ہوگا حسینؑ پر صدقے

(۱۰۰)

شباب، نامِ خدا آ گیا، گیا بچپن
نمو ہے جس کا جوانی پہ، ہے وہ نخلِ چمن
پلا ہے جو مری گودی میں، ہے وہ پھول سا تن
بنا نہ گرد کی چادر کو قبلِ موت کفن
غبار میں جو اَٹے گا تو قلب شق ہوگا
لہو بھرا ہوا ہدیہ قبولِ حق ہوگا

(۱۰۱)

ہے اسپ اپنے ہی گھر کا، مقابلہ کیسا
ہے اتحاد تو تیزی کا فیصلہ کیسا
سمجھ تو لے کہ یہ نازک ہے مرحلہ کیسا
نکل سکے جو نہ دل سے وہ ولولہ کیسا
نہ بڑھنے دوں گا میں قابو سے آرزو تیری
یہ خوف ہے کہ نہ ضائع ہو آبرو تیری

(۱۰۲)

مقابلہ نہ ہوا کر دمِ ہوس اُس کا
حدِ جہاں سے نکل جائے ہو جو بس اُس کا
مطیعِ مرضیٔ راکب ہے ہر نفس اُس کا
نہ کبر کر کہ بہت شوخ ہے فرس اُس کا
جہاں میں تجھ پہ شرف اسپ لا جواب کو ہے
وہ نوجواں ہے، تو کھوئے ہوئے شباب کو ہے

(۱۰۳)

جو ہو تو رنگِ تغیّر مآل رکھتا ہو
ہر اک سمند برابر کی چال رکھتا ہو
کہ اک کا اک دمِ تیزی خیال رکھتا ہو
ہر اک قدم سے قدم اتّصال رکھتا ہو
گریں گے اہل نظر سے ہوئے اگر آگے
نہ ہونے پائے ہوا تن کی بال بھر آگے

(۱۰۴)
اگر چلو تو زمانہ بدل بدل کے چلو
حدود دیدۂ مشتاق سے نکل کے چلو
جہاں میں پھر کوئی محشر کی چال چل کے چلو
اگر پڑے ہوئے دل پاؤ تو سنبھل کے چلو
نہ ٹھوکروں میں ستمگاریوں سے لاؤ اُنہیں
زمیں پہ تھک کے جو بیٹھے ہیں کیوں اُٹھاؤ اُنہیں

(۱۰۵)
وہ حسن ہو، جو حسینوں سے رسم و راہ رہے
وہ میل ہو کہ جو ایک ایک سے نباہ رہے
وہ چال ہو کہ جو بجلی کا اشتباہ رہے
وہ خون ہو جو ہر اک نقشِ پا گواہ رہے
ستمگروں کی جفائیں بتائیں گے اک دن
یہ لال لال قدم رنگ لائیں گے اک دن

(۱۰۶)
تمہاری چال نکل جائے گی جہاں سے ضرور
کہ کربلا کے نہیں راستے بہشت سے دور
قدم قدم پہ قیامت کے پاؤ گے دستور
ہمارے ساتھ کرے گا خدا تمہیں محشور
ہے جو ریاضِ شہادت کی وہ بہار ہو تم
شرف یہ کم ہے شہیدوں کے راہوار ہو تم

(۱۰۷)
یہ ذکر تھے کہ جو میداں میں آگئے وہ دلیر
نہ ہونے پائی ذرا بھی کسی سمند کو دیر
وہ ختم کردیئے رستے کہ جن میں تھا کوئی پھیر
سپاہِ شام مقابل ملی تو تھم گئے شیر
تپاں جو تھا وہ ہر اک قلبِ بے قرار تھا
رکے سمند تو دونوں طرف غبار تھا

(۱۰۸)
وہ سعی گھوڑوں نے چھوڑی جو انہماک کی تھی
امید حرؑ سے اُدھر فوج کو تپاک کی تھی
اِدھر رضا نہ ذرا چشم قہرناک کی تھی
ہوا نے وہ بھی مٹا دی جو آڑ خاک کی تھی
جو ترک تھی وہ سپہ سے نہ رسم و راہ بڑھی
غبار بیٹھ گیا وسعتِ نگاہ بڑھی

(۱۰۹)
دمِ نبرد پڑی اک کی دوسرے پہ نظر
نگاہ کرنے لگے حرؑ پہ فوج کے افسر
تھا خاکِ پائے شہؑ دیں کا یہ جبیں پہ اثر
نشان سجدہ فلک پر تھا صبح کا اختر
بھگانے لشکرِ ابنِ زیاد کو نکلا
ہوئی سحر تو نمازی جہاد کو نکلا

(۱۱۰)
اُدھر دلیر نے لشکر پہ کی غضب کی نگاہ
کہا جو بڑھ کے نہ پیچھے ہٹے لڑے وہ سپاہ
بہت ہجوم پہ نازاں ہیں فوج کے گمراہ
میں تم میں رہ کے شجاعت سے خوب ہوں آگاہ
ہوئی ہے خلق پیغمبرؐ کی دشمنی تم میں
وہی بڑھے، کہ جو ہو تیغ کا دھنی تم میں

(۱۱۱)
اے اہل کوفہ! یہ کیا کر رہے ہو مکر و دغا
کسے بلایا تھا نصرت کا کس سے وعدہ تھا
نبیؐ کا لختِ جگر چھوڑ کر جو گھر آیا
اُسی کو ذبح کئے ڈالتے ہیں اہلِ جفا
جہاں میں خون سے مہماں کے ہاتھ بھرتے ہیں
مسافروں سے بھی کیا یہ سلوک کرتے ہیں

(۱۱۲)

سپاہِ شام سے کوئی نہ جب جواب ملا
تو اپنے نورِ نظر سے حرؑ جری نے کہا
نئی یہ تم سے تمنا میں رکھتا ہوں بیٹا
یہ چاہتا ہوں تمھیں مجھ سے پہلے آئے قضا
شہیدِ ظلم و جفا تم ہو غم رہے مجھ کو
اگر سنے یہ زمانہ تو کیا کہے مجھ کو

(۱۱۳)

ہے اتنی پر ہوسِ نصرت حسینؑ مجھے
ہوئی ہے خاک زمانے کی زیب و زین مجھے
ہے اِس کی فکر تو ملتا نہیں ہے چین مجھے
کرے خدا سے نہ شرمندہ نورِ عین مجھے
میں خوش ہوں گر کشش وادیٔ نبرد بڑھے
کسی کا درد گھٹے اور کسی کا درد بڑھے

(۱۱۴)

لہو سے اپنے دمِ جنگ تم ہو غرق اگر
میں پھر نہ ہوں عرقِ انفعال سے کبھی تر
سپاہِ شام سے لڑ بھڑ کے دو جو جنگ میں سر
امام عصر سے جھپے نہ پھر پدر کی نظر
وغا میں ہاتھ یمِ زیست سے میں دھو کے مروں
ہو تم شہید تو پھر مطمئن میں ہو کے مروں

(۱۱۵)

پسر کو اذن، پدر نے جب اس طرح سے دیا
کہا یہی تو تمنا مری بھی ہے بابا
کوئی تو پوچھنے والا رہے قریبِ قضا
سرہانے لاش کے ماتم کرے کوئی تو بپا
مفارقت سے شہِ مشرقین روئیں گے
مجھے پدر تو پدر کو حسینؑ روئیں گے

(۱۱۶)

یہ کہہ کے چاہا گلے مل کے ہوں پدر سے جدا
تڑپ کے باپ پکارا یہ کیا یہ کیا بیٹا
کرو نہ رازِ محبت کو منکشف میں فدا
کہیں نہ دیکھ رہے ہوں امامؑ ہر دو سرا
کہا یہ شہؑ نے تو حیرت بھی ہے تحیّر بھی
پسر کو اپنے جدا کرکے رو دیا حرؑ بھی

(۱۱۷)

پدر سے مل گئی بیٹے کو جب اجازتِ جنگ
وہاں چلے جہاں یکجا تھے فوج کے سرہنگ
اِدھر اُدھر جو ذرا بھی نہ تھی وغا میں درنگ
بڑھے سوار چلے یہ کھلی دلوں کی امنگ
نگاہ میان تک آئی نکل گئی تلوار
سپاہ و لختِ دل حرؑ سے چل گئی تلوار

(۱۱۸)

وہ دیں کا پہلا مجاہد وہ ابتدائے وغا
عجب نہیں جو ہر اک ہو مآل کا جویا
وہ وقتِ صبح وہ نا آشنائے خوں صحرا
وہ انتظار میں ذرے، گرے لہو کس کا
وہ اپنی فتح کی تیغوں کو آرزو کرنا
وہ اُٹھ کے خاک کا فکرِ رگِ گلو کرنا

(۱۱۹)

ہٹانا مہر کا رخ سے وہ رات کا پردا
خیالِ جنگ میں کم کم وہ دھوپ کا بڑھنا
وہ بہرِ فیصلہ تیغوں کے آس پاس ہوا
وہ رن میں آنکھ لڑائے ہوئے ہر اک سے قضا
یہ فکر ہے کہ کوئی ان میں بیش و کم نکلے
نتیجہ ختم تک آئے جو اک کا دم نکلے

(۱۲۰)

وہ پاک و صاف ہر اک چیز سے ردائے زمیں
لہو تو کیا ہے کہ کوسوں لہو کی چھینٹ نہیں
کھنچی تھی میان سے اب تک نہ کوئی تیغ کہیں
ہیں انقلاب کے پردے میں جنگ کے آئیں
جو پوچھئے تو یہ دنیا ہے رہگذر سب کی
ذرا سی تیغ کی جنبش پہ ہے نظر سب کی

(۱۲۱)

وہ ہر طرف مئے جرأت کی انتہا نوشی
ہر اک حسام کو وہ حسرتِ ہم آغوشی
وہ بج کے جنگ کے باجوں کی رن میں خاموشی
وہ محویت میں ہر اک قلب کی فراموشی
کب آج فیصلۂ ہستی و فنا ہوگا
خبر کسی کو نہیں یہ کہ دم میں کیا ہوگا

(۱۲۲)

ہے اُس طرف نگراں ابن سعد، اِدھر شہؑ دیں
ہیں محو اکبرؑ و عباسؑ سے جری سرِ زیں
خموش حرؑ بھی کھڑے ہیں قریبِ لشکرِ کیں
سمجھ میں کچھ نہیں آتے نبرد کے آئیں
کمال اپنا دکھاتی ہیں قربِ صف تیغیں
چمک رہی ہیں دمِ جنگ دو طرف تیغیں

(۱۲۳)

وہ جوشِ شوقِ وغا میں ہر اک کو آئے ہوئے
وہ ہاتھ دونوں طرف کے جو آزمائے ہوئے
وہ فنِ جنگ جو اُستاد کے بتائے ہوئے
وہ اک کو ایک تہہِ تیغ رن میں لائے ہوئے
ہوس یہ ہے کہ جو ہو وار انتہا کا ہو
نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ دیکھئے کیا ہو

(۱۲۴)

وہ ہٹ کے تیغ کے سائے سے حرؑ کا نورِ نظر
دکھا کے فرق کو لایا حسام تا بہ کمر
دو نیم ہوتے چلے ساتھ تن کے قلب و جگر
یہ پہلا خوں تھا گرا جو زمین کے اوپر
شفق میں تیغ جو چمکی تو رک گیا گھوڑا
زمیں پہ لاش گرانے کو جھک گیا گھوڑا

(۱۲۵)

زمینِ دشت پہ دو ہو کے گر پڑا جو سوار
اِدھر بلند کی غازی نے خوں بھری تلوار
اُدھر ہوئی صفِ اعدا میں مرحبا کی پکار
سپہ سے کہنے لگا ابنِ سعدِ ناہنجار
کسی سے بھی نہ کوئی فکر چیرہ دست ہوئی
ہوا یہ قہر کہ پہلے اِدھر شکست ہوئی

(۱۲۶)

جمایا رنگ بہادر نے صفدری کرکے
دلایا خوف سپہ کو دلاوری کرکے
شکار پنجہ میں دابا غضنفری کرکے
خبر دی حرؑ کو قضا نے پیمبریؑ کرکے
بتا رہے تھے جو ابرو وہ غیظ جانے لگا
پسر کی فتح ہوئی باپ مسکرانے لگا

(۱۲۷)

سپاہ شہؑ میں اِدھر بھی تھا ایک اک نگراں
نگاہیں کھینچ رہی تھیں نبرد کے عنواں
کمر کو کاٹ کے اُٹھی جو تیغِ شعلہ فشاں
کیا حبیب نے مسلمؑ سے یہ تڑپ کے بیاں
سپہ گری کی ادا جو ہے وہ دکھائی ہوئی
حرِؑ دلیر کی یہ ضرب ہے بتائی ہوئی

(۱۲۸)

ذرا سا بڑھ کے یہ بازوئے شاہؑ دیں نے کہا
حرؑ دلیر تمہارے پسر کا کیا کہنا
وہ بانکپن وہ جواں مردیاں وہ طرزِ وغا
وہ دیکھ بھال وہ ہر ضرب معرکہ آرا
پسر کا باپ سے ملتا ہوا طریقہ ہے
یہ سب تمہاری ہی تعلیم کا نتیجہ ہے

(۱۲۹)

کیا یہ دست ادب جوڑ کر جری نے بیاں
ہے سب تصدق اقبالِ شاہِؑ کون و مکاں
تھا ورنہ میری سیہ بختیوں کے کب شایاں
گناہگار کہاں اور خدا کا فضل کہاں
خجل غلام نہ افواج پر جفا سے ہوا
جو کچھ ہوا وہ حضور آپ کی دعا سے ہوا

(۱۳۰)

یہ عرض کرکے پسر سے پکار کر یہ کہا
کہ خوش نصیب نہیں کوئی خلق میں تم سا
تمہاری مدح یہ کرتا ہے کون اے بیٹا
دلیر و صاحبِ توقیر و جانِ فوجِ خدا
خیالِ حضرتِ عباسؑ نیک نام کرو
حضور کرتے ہیں تعریف تم سلام کرو

(۱۳۱)

جب اس طرح سے پسر نے سنا پدر کا کلام
کیا دلیر نے مڑ کر مودبانہ سلام
دوبارا ہو گیا مشغولِ جنگ لشکرِ شام
چلی سروں پر اب آزاد ہو کے رن میں حسام
وہ کون تھا کہ جو خونِ گلو میں غرق نہ تھا
کسی کے پاؤں نہ تھے اور کسی کا فرق نہ تھا

(۱۳۲)

سپہ میں حشر بپا کر رہی تھی تیغِ دو سر
رسالوں کو نہ اماں تھی نہ افسروں کو مفر
تنوں کی طرح لہو ہو گئے تھے قلب و جگر
فضا کے خوف سے بند آنکھوں میں چھپی تھی نظر
جنہیں غرور تھا وہ پہلوان قتل کئے
حسامِ تیز سے ستّر جوان قتل کئے

(۱۳۳)

یہاں تک آگئی جب کثرتِ جدال و قتال
پلٹ کے سمتِ پدر آ گیا وہ نیک مآل
کہا کہ خوش بھی ہوئے والدِ خجستہ خصال
زمین ہوگئی اعدائے دیں کے خون سے لال
کہا کہ آج مروگے اگر دعا دوں گا
امامِ عصر پہ قربان ہو تو خوش ہوں گا

(۱۳۴)

پسر نے پائی نہ جز موت جب رضائے پدر
کہا جو ہے یہی مرضیٔ دل بہت بہتر
دوبارا پھیری لجامِ فرس سوئے لشکر
کسی ارادۂ خلدِ بریں پر اپنی کمر
ہر اک نظر پہ حجابِ عدم کو چھوڑ لیا
جمال دہر کے جلوہ سے منہ کو موڑ لیا

(۱۳۵)

پلٹ کے پھر صفِ لشکر پہ آ گیا رہوار
سپاہِ شر سے قیامت کی چل گئی تلوار
کیا وغا سے کلیجوں کے زخم نے ناچار
قضا کو ڈھونڈھنے نکلی ہر ایک خون کی دھار
عدم تک آ کے لعینوں کو ہوش آنے لگے
اجل نصیب، جہنم کی سمت جانے لگے

(۱۳۶)

کبھی اِدھر کبھی حملہ کیا جری نے اُدھر
لہو کی طرح ہر اک اُڑ رہا تھا تیغ سے سر
تھی رن میں خوں بھرے ذرّوں کی خوفناک نظر
ہوا نچوڑ رہی تھی غبار کی چادر
وہ پیش آ گیا لکھّا تھا جو جبینوں کا
ہوا پہ کروٹیں لیتا تھا خوں لعینوں کا

(۱۳۷)

اُلٹ رہے تھے جہاں وقت صفدری حملے
کئے ہوئے تھے تن و جاں میں ابتری حملے
وہ زورِ دستِ اسد، وہ غضنفری حملے
وہ بھیڑ فوجِ ستم کی، وہ آخری حملے
وغا رہی سپہہِ بد اساس سے زائد
جری نے قتل کئے پھر پچاس سے زائد

(۱۳۸)

کبھی کمر پہ کبھی ہاتھ فرق پر آیا
فرس جری کا اِدھر اور کبھی اُدھر آیا
زمیں پہ خون گرا، ٹھوکروں میں سر آیا
پلٹ رہے تھے جو نیزہ جگر میں در آیا
فرس سے رن میں قیامت کا وار کھا کے گرے
زمیں پہ زخمِ جگر ہاتھ سے دبا کے گرے

(۱۳۹)

تڑپ کے نزع کی حالت میں لختِ دل جو گرا
فرس پہ شکر کا سجدہ حرِّ جری نے کیا
اگرچہ کرب کی تکلیف تھی پسر پہ سوا
مگر دلیر نے چھوڑی نہ راہِ صبر و رضا
لجام لی فرسِ تیز گام کو دیکھا
پسر پہ رخ نہ کیا فوجِ شام کو دیکھا

(۱۴۰)

ارادہ حرؑ کا جب اس طرح شاہؑ نے پایا
صدا پکار کے دینے لگے امامؑ ہدا
ابھی کرو نہ سپاہِ عدو سے قصدِ وغا
جوان بیٹے پہ ہے کرب رن میں وقتِ قضا
پسر کو اپنے بشارت جناں کی دینے دو
شہیدِ راہِ خدا کو اُٹھا تو لینے دو

(۱۴۱)

عجب ہے کیا جو یہ حرؑ اور شہؑ میں ہو تقریر
یہ کہتے آتے ہوں رن میں امامِؑ با توقیر
پسر کو رو کے کرو عزمِ جنگ فوج کثیر
جوان بیٹے کو دیکھوگے کیا نہ وقتِ اخیر
نہ پلٹیں گے وہ نفس لب پہ ہیں جو آئے ہوئے
چراغ تھم نہیں سکتے ہیں جھلملائے ہوئے

(۱۴۲)

یہ حرؑ نے دستِ ادب جوڑ کر کہا میں فدا
نہ میرے صبر میں آ جائے فرق اے مولاؑ
نثارِ شاہؑ ہوا، رن میں خوب نام کیا
دعا امامؑ کریں، دے کریم اس کی جزا
میں خوش ہوا جو الم دہرِ زشت کے پائے
یہ آرزو ہے کہ حلّے بہشت کے پائے

(۱۴۳)

یہ چاہتا ہوں کہ دم بھر غمِ فراق کو کھاؤں
پسر کی یاد میں ہنستا ہوا بہشت میں جاؤں
سرہانے لاش کے کیا ہو جو میں نہ ہوش میں آؤں
تڑپ اُٹھے گا جگر جھک کے گر گلے سے لگاؤں
میں غم کروں گا نہ دنیائے زشت میں مولا
پسر سے اپنے ملوں گا بہشت میں مولا

(۱۴۴)

کہا یہ شہؑ نے تم اچھا کرو قیام اتنا
حسینؑ دشت ستم سے اٹھا تو لے لاشہؑ
جو میرا فرض ہے اس میں کمی نہ ہو اصلا
یہ کہہ کے سرورِ دیں نے بڑھا دیا گھوڑا
مصیبتِ پسر حرؑ میں اشکبار ہوئے
اُٹھا کے گود میں لاشے کو شہؑ سوار ہوئے

(۱۴۵)

سمجھ رہے تھے اِسے فرض امامؑ جن و بشر
اُٹھاؤں لاش ہر اک کی کسی تھی اس پہ کمر
گرے جو اپنے فرس سے زمین کے اوپر
نہ رہنے پائے وہ میت ہجوم کے اندر
نہ وقت نزع ستم لشکر یزید کا ہو
نبیؐ کی آل میں ماتم ہر اک شہید کا ہو

(۱۴۶)

سپاہ حق کا یہ رن میں شہید تھا پہلا
ابھی تک اِتنا تھا زور امام ہر دوسرا
اُٹھا کے لائے فرس پر جوان کا لاشا
گھٹا کی رن میں بتدریج طاقتِ مولا
نہ میّت اُٹھ سکی شہ سے جنان کے عازم کی
زمین پہ کھنچتی گئی رن میں لاش قاسمؑ کی

(۱۴۷)

ہر اک شہید کی الفت لہو گھٹا تو گئی
جو پہلا زور تھا ہاں اُس کی انتہا تو گئی
وفا گھٹی ہوئی قوت مگر دکھا تو گئی
مکاں میں خیر بھتیجے کی لاش آ تو گئی
رہا نہ جب کوئی موجود شہؑ کے لشکر میں
جوان بیٹے کی میت نہ لاسکے گھر میں

(۱۴۸)

جو لاش، حرؑ کے پسر کی اُٹھا چکے شہِؑ دیں
ہوا برادرِ حرؑ کا فگار قلبِ حزیں
ٹھہر سکا نہ ذرا بھی میانِ لشکرِ کیں
گرا قدم پہ، خطائیں حضور نے بخشیں
اُٹھا کے بھائی کا غم قلب پر بہادر نے
جناں میں بھیج دیا اپنے سامنے حرؑ نے

(۱۴۹)

شہید ہو چکا لڑ بھڑ کے رن میں جب بھائی
قضا نے یہ بھی مصیبت جری سے اُٹھوائی
ہوں مطمئن جو یہ تھی فکرِ ناشکیبائی
کہا یہ دل نے مبارک ہو مرگِ تنہائی
رُخ اپنا جانبِ سلطان خاص و عام کیا
پھرا کے خلق سے منہ رُخصتی سلام کیا

(۱۵۰)

ملا فراغ جو بعدِ سلام شاہِؑ زمن
پھرے سپاہ کی جانب غضب بھرے چتون
ہوئی لجام کو جنبش تڑپ گیا توسن
یہ کہہ کے رکھے کمر میں دلیر نے دامن
مہینوں خون سے تر دشت کارزار رہے
کرو وہ جنگ جو دنیا کو یادگار رہے

(۱۵۱)

وہ خوں کو جوش دیا فکر نے وہ طیش بڑھا
وہ پیچ زلف نے کھایا ہوئی وہ قید ہوا
جبیں پہ نقش وہ اُبھرے وہ کُھل گیا غصّہ
ہوئی وہ باگ کو جنبش وہ بڑھ چلا گھوڑا
کسی سے رک نہیں سکتے یہ غیظ آئے ہوئے
چلا ہے شیر کلیجے پہ داغ اُٹھائے ہوئے

(۱۵۲)

جری پہنچ گیا اس شان سے جو قربِ سپاہ
ہٹا کے فوج کو صفواں تک آئی حرؑ کی نگاہ
اُدھر دلیر کی آمد سے وہ ہوا آگاہ
یہ وہ جری ہے نہیں جس کی تیغ کیں کی پناہ
بلا چکا تھا بنِ سعد، صفدری کے لئے
کہ منتخب یہ ہوا تھا حرؑ جری کے لئے

(۱۵۳)

سمجھ رہے تھے جو اندازۂ نظر گھوڑے
تھے ہر لجام کی جنبش سے باخبر گھوڑے
ارادہ راکبوں کا رن میں دیکھ کر گھوڑے
ہوس میں جنگ کی جھپٹے اِدھر اُدھر گھوڑے
ملی تو خاک مگر بن کے سدِّ راہ چلی
ہر ایک سمت سے لڑتی ہوئی نگاہ چلی

(۱۵۴)

مقابلہ میں جری کے جب آ گیا وہ شریر
سمند روک کے غدّار نے یہ کی تقریر
وہ ہوں دلیر کہ جس کا نہیں جہاں میں نظیر
خبر بھی ہے تمہیں اے حرؑ خفا ہے تم سے امیر
کدورتیں ہیں جو ہر دل میں صاف ہوجائیں
پلٹ چلو تو خطائیں معاف ہوجائیں

(۱۵۵)

نہ گر چلوگے تو پھر تم ہو اور مری تلوار
ہے اب بھی خیر نہ رکھّو حسینؑ سے سروکار
نہ اس طرح تمہیں سمجھاتا میں دمِ پیکار
پہ کیا کروں کہ محبت سے دل کی ہوں ناچار
ہر اک کی تیغ پہ جرأت کا رن میں ہاتھ رہا
اِسی سپاہ میں برسوں تمہارا ساتھ رہا

(۱۵۶)

تم اُس سے خوب ہو واقف جہاں کھنچی ہے حسام
میں جس مقام پہ پہنچا اُجڑ گیا وہ مقام
حسامیں چلتی ہیں لے کر دمِ وغا مرا نام
جو میں نہ ہوں تو نہ آباد پھر ہو کشور شام
امید دل میں ہو جنگِ شدید کی مجھ سے
تھمی ہوئی ہے حکومت یزید کی مجھ سے

(۱۵۷)

بگڑ کے حرؑ نے یہ آواز دی کہ او مغرور
خدا کی شان کہ سبطِ نبیؐ سے میں رہوں دور
بتا تو کچھ ہے دلیری کا کیا یہی دستور
وہ رن میں قتل کئے جائیں ہوں نہ جن کے قصور
جو بے محل ہو زمانے میں وہ امنگ نہیں
یہ اپنے دل کی زبردستیاں ہیں جنگ نہیں

(۱۵۸)

کسی غریب کو میں قتل کرکے کیا پاتا
خدا کے قہر میں گھرتا جو غیظ دکھلاتا
پلٹنا ہی مجھے ہوتا تو پھر میں کیوں آتا
ترے رئیس کا مجرم عبث میں بن جاتا
لعیں بھی ظلم کا بانی بھی فیلسوف بھی ہے
تری سمجھ یہ بتاتی ہے بے وقوف بھی ہے

(۱۵۹)

نہ ابنِ سعد سے مطلب نہ کچھ سپاہ سے کام
جگہ سقر میں ہے اُس کی، جناں ہے میرا مقام
کہ ایک ساں نہیں ہوتے ہیں نیک و بد انجام
میرا امیر ہے جانِ رسولؐ خیرِ انام
سقر سے خوف نہیں، دامنِ پناہ میں ہوں
جو فوجِ دینِ الٰہی ہے اُس سپاہ میں ہوں

(۱۶۰)

ہے کون میرِ سپہ جو ہے سید الثقلینؑ
علیؑ کا لختِ جگر، فاطمہؑ کا نور العین
زمیں کا کوکبِ قسمت، خدا کے عرش کی زین
قلم نے لوح پہ لکھا ہے نامِ پاکِ حسینؑ
دُرِ مراد کو دامانِ مرحمت میں لیا
نبیؐ نے شوق سے آغوشِ تربیت میں لیا

(۱۶۱)

جو اتفاق سے کھیلے حضور بچپن میں
حسد کی آگ بڑھی اور قلبِ دشمن میں
شرف دکھا دیا دنیا کو یوں لڑکپن میں
نہ دوڑنے سے لگی چوٹ پھول سے تن میں
(امان) و پرورشِ خالقِ جلیل میں تھے
کبھی نبیؐ کبھی آغوش جبرئیلؑ میں تھے

(۱۶۲)

ارے یہ وہ ہیں کہ حق بھیجتا ہے جن پہ سلام
خدیوِ جن و بشر، شہریارِ عرش مقام
علیؑ کے قلب کی راحت، بتولؑ کا آرام
ولی خدا کا، نبیؐ کا پسر، جہاں کا امامؑ
ملا ہے اب تو شہِؑ مشرقین کا دامن
چھٹے گا حرؑ سے نہ ہرگز حسینؑ کا دامن

(۱۶۳)

عداوتِ شہِ دیںؑ رنگ لانے والی ہے
اثر یزید کی الفت دکھانے والی ہے
تری حیات کا غم موت کھانے والی ہے
سقر کی آگ ستمگر جلانے والی ہے
خیالِ زر میں رہِ کفر سے گذرتا ہے
خود اپنی فکر کر (اوروں) کو منع کرتا ہے

(۱۶۴)

جری تو ہو گیا اس حد کا آج او غدّار
بہادروں کی زبانیں ہیں اور تری گفتار
سپہ گری کا ہے دعویٰ تو تیز کر رہوار
خدا کی شان مرا سر ہو اور تری تلوار
مٹے گا کبر کوئی دم میں فتنہ گر تیرا
فرس کی ٹھوکریں کھائے گا آج سر تیرا

(۱۶۵)

ہے اصل کیا تیری ظالم قضا ہے سب کے لئے
یہ ناگزیر جگہ ناروا ہے سب کے لئے
(سراب دار) جہاں کی ہوا ہے سب کے لئے
سوائے ذاتِ الٰہی فنا ہے سب کے لئے
سپاہِ ظلم و ستم روئے گی تیرے غم میں
نہ تو رہے گا نہ تختِ یزید عالم میں

(۱۶۶)

بگڑ گیا یہ بیاں سن کے ظلم کا بانی
نہ کوئی بات جری کی شریر نے مانی
لعیں کو سمت قضا لے چلی گراں جانی
تکان نیزہ کو دیتا چلا بآسانی
تھا انقلابِ وغا سے جو بے خبر ظالم
ہوا دلیر پہ نیزہ سے حملہ ور ظالم

(۱۶۷)

قریبِ سینۂ غازی جو آ گیا نیزہ
محل جب اس کا دلِ صاف کو نظر آیا
کجی، پسند، طبیعت نے کر لی وقتِ وغا
جری نے لطفِ الٰہی سے رد کیا حملہ
ذرا سے پھیر میں پہلو بدل گیا نیزہ
وہ کج دلیر ہوا وہ نکل گیا نیزہ

(۱۶۸)

تھا ابتدا سے جو برہم شریر سے جرّار
اُٹھا کے نیزۂ خطّی کیا دلیر نے وار
اسد کے سامنے آکر کہیں بچا ہے شکار
پڑا وہ سینہ پہ نیزہ ہوا جو پشت کے پار
کبھی جو ڈانٹ تو ظالم کے دل سے غم نکلا
شگافِ پشت سے بن بن کے خون دم نکلا

(۱۶۹)

تھے تین بھائی ستمگر کے اور بھی دم جنگ
کیا نبرد کا ان میں سے ایک نے آہنگ
لے آئی پاس بہادر کے جب وغا کی امنگ
عجیب طرح اسیرِ قضا ہوا سرہنگ
نہاں دماغ میں جو کبر تھا وہ دور ہوا
زمیں پہ زیں سے جو پٹکا تو چور چور ہوا

(۱۷۰)

برائے جنگ بڑھا دوسرا جو نا ہنجار
جری نے بڑھ کے لگائی شریر پر تلوار
ہوا وہ قتل بڑھا تیسرا پئے پیکار
لعین نے شیر سے لڑ بھڑ کے لی جو راہِ فرار
اماں نہ مل سکی جائے پناہ میں مارا
اسد نے نیزہ سے گھس کر سپاہ میں مارا

(۱۷۱)

تڑپ رہے تھے زمیں پر سرانِ فوجِ ستم
وغا میں کھیل رہا تھا شکار سے ضیغم
تھے اک مقام پہ نام آورانِ کوفہ بہم
ہر ایک دیکھ رہا تھا نبرد کا عالم
زیادہ سب سے دم جنگ اضطراب میں تھا
یزید طیش بھرے دل سے پیچ و تاب میں تھا

(۱۷۲)

یہ پہلواں تھا تن و توش پر بہت نازاں
دم روانگیٔ حرؑ یہ کر رہا تھا بیاں
اشارا کرتا جو مجھ سے رئیسِ فوج گراں
نہ جانے دیتا میں زندہ سوئے امامِ زماں
امیدِ دل نہ نکلتی جو فوج میں رہ کے
لہو دلیر کا جاتا حسینؑ تک بہہ کے

(۱۷۳)

کئے جو قتل ادھر حرؑ نے رن میں چار جواں
کیا حسین نے مڑ کر یزید سے یہ بیاں
ہیں تیرے سامنے محوِ وغا حرؑ ذیشاں
نہاں جو دیر سے ہیں دل میں وہ نکال ارماں
شکست وقتِ وغا بڑھ کے دے بہادر کو
رئیسِ فوج کی خدمت میں لا سرِ حرؑ کو

(۱۷۴)

بیاں حسینؑ کا سن کر بگڑ گیا اظلم
بڑھا دیا سوئے غازی سمندِ تیز قدم
ہوا وہ ہو گیا گھوڑا چھٹی وہ فوجِ ستم
صدا یہ تھی کہ نہ نازاں ہو رن میں آگئے ہم
مقابلے میں نہ اتنی امنگ کی ہوگی
کسی دلیر سے اب تک نہ جنگ کی ہوگی

(۱۷۵)

کلامِ لاف و گزاف اس طرح جو حرؑ نے سنا
اِدھر دلیر نے بھی تیز کردیا گھوڑا
صدا یہ دی کہ وہیں تھم میں تجھ تک آ پہنچا
سنا ہے تجھ کو دلیری کا ہے بہت دعوا
شہید کرتا تو اثنائے راہ میں مجھ کو
نہ جانے دیتا حسینؑ سپاہ میں مجھ کو

(۱۷۶)

مرے لہو کے بہانے کی آرزو ہے تجھے
نظر ہے تیغ پہ اور میری جستجو ہے تجھے
کبھی جگر کبھی فکر رگ گلو ہے تجھے
بہادروں میں سوا پاسِ آبرو ہے تجھے
لڑے گا جس سے وہ حربہ سنبھال لے ظالم
میں سامنے ہوں تمنا نکال لے ظالم

(۱۷۷)

تمام ہو نہ سکے جو وہ جستجو کیا ہے
جو تو وغا سے مٹائے وہ آبرو کیا ہے
جو اک سے اک کی بر آئے وہ آرزو کیا ہے
سپہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو کیا ہے
وہ کیا حسام کہ جس میں قضا کا دور نہیں
امامِ عصر کا خادم ہوں کوئی اور نہیں

(۱۷۸)

بگڑ کے کھینچ لی ظالم نے تیغِ صاعقہ بار
پکار کر یہ صدا دی کہ ہاں بگیر و بیار
کہا دلیر نے او مستِ بادۂ پندار
میں ہوشیار دمِ جنگ ہوں لگا کوئی وار
اماں نہ پاتا کوئی وار اگر کہیں کرتے
جہاں ہیں ہم سبقت اُس جگہ نہیں کرتے

(۱۷۹)

خدا کے فضل سے رد ہوگا تیرا وار اگر
تو پھر میں ضرب لگاؤں گا تیرے سینے پر
ترے کمال کی جویا ہے وقتِ جنگ نظر
نہاں رہیں گی یوں ہی حسرتِ دلِ مضطر
نہیں ہے وقت ابھی تیغ آزمانے کا
مطیع ہوں میں یداللہ کے گھرانے کا

(۱۸۰)

کہا لعیں نے نہیں ابتدا میں کچھ مجھے عار
یہی خوشی ہے تو روکو دمِ وغا تلوار
حرؔ جری سے یہ کہہ کر برس پڑا غدّار
اِدھر یہ وقت وغا زیں پہ روکتے رہے وار
بسانِ برق تڑپتی ہوئی نظر آئی
کبھی کمر کبھی تلوار فرق پر آئی

(۱۸۱)

تھکا چکا جو ستمگر کو دشت میں وہ دلیر
اُٹھا کے نیزۂ خطّی پکارنے لگا شیر
نہیں ہے اب مری حسرت نکلنے میں کوئی دیر
جبین نیزہ پہ لکھّے ہیں تیرے بخت کے پھیر
بس اب نہیں ہے کوئی خیریت ستمگر کی
زبانِ موت سے سن کیفیت مقدر کی

(۱۸۲)

یہ کہہ کے سینے پہ مارا دلیر نے نیزہ
شگافِ پشت سے دل کھینچتا ہوا نکلا
سلام کرنے لگی جھک کے سامنے سے قضا
کہا اسد نے دلیری کا کیا ہوا دعوا
زمین پہ گر کے عیاں دل کا ولولہ کر لے
شریر سجدۂ تعظیمیٔ قضا کر لے

(۱۸۳)

یہ کہہ رہے تھے جو گھوڑے سے گر پڑا وہ جواں
ہوئے نصیبِ مقدر جو فتح کے ساماں
قریب تھا کہ جو دست دلیر ہو نازاں
جری سے جوش بھرے قلب نے کیا یہ بیاں
جو کی بھی پانچ دلیروں سے کی وغا تم نے
ابھی حسینؑ کی نصرت میں کیا کیا تم نے

(۱۸۴)

دل جری نے جب اس طرح کا خیال کیا
نظر حسام تک آئی بل ابروؤں پہ پڑا
رگوں میں جوش وہ خوں کا وہ تیغ کا کھنچنا
سبب تھا عودِ جوانی کا شیب میں غصہ
تھا دردِ داغِ پسر گو مگر اخیر نہ تھے
جوانِ چار دہ سالہ تھے شکلِ پیر نہ تھے

(۱۸۵)

نگاہِ غیظ تھی سمتِ سپاہِ عربدہ جو
تپش میں تھے جو پسینے سے تر بتر گیسو
سکھا دیئے یہ غضب نے نبرد کے پہلو
قوی جری نے کئے یوں تھکے ہوئے بازو
کبھی لی زین پہ انگڑائی، گاہ شیر چلا
ہوا شباب کی کھاتا ہوا دلیر چلا

(۱۸۶)

ذرا سی چھیڑ میں گھوڑے کی مل گئی جو سپاہ
پئے وغا ہوئے مائل دلیر سے گمراہ
چلی وہ دوش سے تلوار تھی نہ جس کی پناہ
سران فوج پہ ہر صف میں پڑ رہی تھی نگاہ
اُٹھے وہ دستِ قوی تھے جو فتح پائے ہوئے
جری کے وار چلے رن میں آزمائے ہوئے

(۱۸۷)

چلی اکڑتی ہوئی تیغِ صاعقہ کردار
جمالِ رخ سے تلاطم پڑا یمین و یسار
تھا حسنِ رخ سے کوئی غش کسی کی یہ تھی یہ پکار
تڑپ رہا ہوں اِدھر دیکھ اوبتِ پندار
نہ کافرم نہ مسلمان نہ ہندوم نہ یہود
بحیرتم کہ سر انجامِ من چہ خواہد بود

(۱۸۸)

ادا نے وہ رگِ دل وقت امتحاں کھینچی
وہ عکسِ آئینہ نے شکلِ آسماں کھینچی
وہ اُٹھنے والی جوانی نے دل سے جاں کھینچی
چلا وہ تیر وہ انگڑائی نے کماں کھینچی
اجل سے مل کے تری رسم و راہ نے مارا
وہ آئی قد میں کجی وہ نگاہ نے مارا

(۱۸۹)

اُلٹ رہی تھی ستم سے صفوف اہل عراق
وہ فتنہ ساز، طبیعت وہ بانکپن کا مذاق
وہ اتحاد سے نفرت، پسندِ دل وہ نفاق
تڑپ تڑپ کے یہ کہتے تھے صاحبان فراق
لبوں پہ کھینچ کے دمِ نزع آئیں گی روحیں
نہ ہوں گے ہم تو گلے سے لگائیں گی روحیں

(۱۹۰)

رہے گی آنکھ سے کب تک نہاں یہ حور مثال
کہاں کہاں نہ تمنا کرے گی مالا مال
فراق کے بھی گذر جائیں گے جو آئیں گے سال
لحد میں ہجر ہے دنیا و آخرت میں وصال
نثار حسن پہ کرنا ہے خوں بھرے دل کو
سنوارنا ہے لہو سے لباسِ قاتل کو

(۱۹۱)

نہ رائیگاں کبھی عشاق کا لہو ہوگا
کہاں نہاں ستم ایجاد و فتنہ جو ہوگا
کلام ہوگا تو محشر میں دو بدو ہوگا
کسی کا ظلم شہیدوں کی آرزو ہوگا
ہر اک کی فردِ مکافات حشر میں ہوگی
لحد سے اُٹھ کے ملاقات حشر میں ہوگی

(۱۹۲)

نہیں وہ ہجر جو فریاد بے اثر جائے
ملے گا روز قیامت جو آج مر جائے
نہیں ہے یہ جو جفا اک کی اک کے سر جائے
وہ خون ہی نہیں قاتل جسے مکر جائے
حسیں کچھ اور ستمگر شباب میں ہوگا
تمام جسم لہو کے حجاب میں ہوگا

(۱۹۳)

کہیں گے حشر میں قاتل سے جستجو کرکے
نظر کی شوخ ترے قلب کو لہو کرکے
کہاں کہاں نہیں پایا ہے آرزو کرکے
کچھ اور کردیا بیباک گفتگو کرکے
جو چاہیں گے وہ ترے برخلاف کہہ دیں گے
نظر یہ حشر میں کہتی ہے صاف کہہ دیں گے

(۱۹۴)

جمال تیغ سے اک تہلکہ تھا رن میں بپا
کھنچا ہوا تھا وصال و فراق کا نقشہ
حجابِ دل میں کبھی تھی کبھی تھی دل سے جدا
گلے سے لپٹا ہوا تھا کوئی کوئی تھا خفا
چھپے نہ ہجر سے وہ تھے جو غیظ آئے ہوئے
جو دور تھا وہ تڑپتا تھا منہ پھرائے ہوئے

(۱۹۵)

حدودِ ضبط سے نکلے ہوئے تھے جس کے قدم
مفارقت کا زیادہ تھا اس کے قلب پہ غم
نگاہیں لڑ جو گئیں تھیں نبرد میں باہم
دہانِ زخم کی آواز تھی یہ وقتِ ستم
نہ کر غرور رخِ لا جواب کا صدقہ
ہمیں بھی دیکھ لے مڑ کر شباب کا صدقہ

(۱۹۶)

چلی تو آبروئے لشکرِ گراں لے لی
حسیں بنی تو ضیائے رخِ بتاں لے لی
وغا میں دل کی خبر وقتِ امتحاں لے لی
کسی کو تو نے اماں دی کسی کی جاں لے لی
لہو میں غرق دل ناصبور رہتا ہے
نظر کا تیر کلیجے سے دور رہتا ہے

(۱۹۷)

غضب میں لڑ جو رہا تھا حسینؑ کا مہماں
گھری ہوئی تھی بلائے قضا میں فوجِ گراں
سپاہیوں کو اماں تھی نہ افسروں کو اماں
تھا سرخ بہتے ہوئے خوں سے دور تک میداں
ہے انقلاب میں بیڑا سپاہِ دشمن کا
خیامِ فوج سے ٹکرا رہا تھا خوں رن کا

(۱۹۸)

ہر ایک ضرب پہ دو ہو رہے تھے جسم عدو
تھا قید دامِ غضب میں ہر ایک عربدہ جو
تھے دور غیظِ جری سے جو رحم کے پہلو
حسام کوند رہی تھی برس رہا تھا لہو
شباب جنگ کا تھا ولولے امنگ پہ تھے
لہو بھرے ہوئے کچھ اور ہاتھ رنگ پہ تھے

(۱۹۹)

شکستِ زخم بتاتی تھی تیغ کی افتاد
ہر ایک روح پریشاں، مکانِ تن برباد
پڑی ہوئی تھی کشاکش میں فوجِ ابنِ زیاد
عجیب حسن سے غازی تھا رن میں محوِ جہاد
وغا میں یوں تھا جری پیچ و تاپ کھائے ہوئے
قبا سمیٹے ہوئے آستیں چڑھائے ہوئے

(۲۰۰)

کجی وہ خود کی سر پر، وہ بانکپن، وہ ادا
وہ دامنوں کا کمر میں مقام تیغ کی جا
رواروی وہ فرس کی وہ فوج پر حملہ
بھری ہوئی وہ ہر اک دامنِ قبا میں ہوا
عجیب شان سے قبّے تھے رنگ لائے ہوئے
حبابِ بحرِ دلیری تھے سر اُٹھائے ہوئے

(۲۰۱)

ترقی اتنی کلیجوں کے درد میں پہنچی
چھپی ہوئی جو تڑپ تھی وہ گرد میں پہنچی
دلوں کی باس ہر اک روئے زرد میں پہنچی
کشش وغا کی یہاں تک نبرد میں پہنچی
وہ رودِ خوں تھی جو بہہ بہہ کے شکلِ سیل گئی
لہو کی طرح سے جنگل میں دھوپ پھیل گئی

(۲۰۲)

سپاہ سوئے قضا بے حواس بڑھنے لگی
کہ جتنے دو ہوئے تن اتنی باس بڑھنے لگی
ترقیِ سپہِ بداساس بڑھنے لگی
سیاہ خوں ہوا زخموں کی پیاس بڑھنے لگی
عروج، مہر کا گردوں کے بام تک پہنچا
فریضۂ سحری اختتام تک پہنچا

(۲۰۳)

حسامِ تیر سے دنیا کا انقلاب بڑھا
جدھر دلیر بڑھا ہوکے کامیاب بڑھا
ہوائے سرد مٹی سوزِ آفتاب بڑھا
تپش سے خاک کے ذروں کا التہاب بڑھا
گلے کٹے تو فضا کی امنگ اور بڑھی
وغا میں گرمئ بازارِ جنگ اور بڑھی

(۲۰۴)

ہر ایک ضرب پہ میداں میں حشر تھا برپا
لرز رہی تھی دلوں کی طرح سپاہِ جفا
جلا رہی تھی کلیجوں کو تیغِ صاعقہ زا
دہانِ زخم سے اُف اُف کی آرہی تھی صدا
خبر لی فرد کی پہلے جو زوج کو مارا
جری نے گردشیں دے دے کے فوج کو مارا

(۲۰۵)

عجیب شان و دلیری سے وقتِ جنگِ عدو
تھا محوِ حرب دلیروں سے وہ قوی بازو
لئے تھا حسن دمِ جنگ غیظ کے پہلو
نفس کو دام بنے تھے ہواؤں سے گیسو
ہر اک نے اپنی جگہ ایک نیا اثر ڈالا
نگاہ غیظ نے لشکر تباہ کر ڈالا

(۲۰۶)

نہاں تھے خاک کے پردے میں دور تک میداں
ہوائے روح ہے پُر زور اُجڑ رہے ہیں مکاں
تغیراتِ نفس میں ہے انقلابِ جہاں
کسی کے دل کی تمنا ہو اور کسی کی زباں
سپردِ فوج کریں رنگِ اتفاقی کو
پکار اُٹھیں دہنِ زخم، آج ساقی کو

(۲۰۷)

سپہ دبائے ہوئے تیغ انتقام چلے
حبابِ گرد میں چھپ چھپ کے فوج شام چلے
دلیر فوج کے پیچھے باہتمام چلے
لہو کے دور میں کشتی کی طرح جام چلے
جہاز ہوش میں لنگر پڑے ہوں ساغر کے
کہ ہو چلے ہیں سفینے تباہ لشکر کے

(۲۰۸)

سمجھ لیں مستِ ولا اب سے مئے فروش مجھے
نثار کرنا ہے اس بیخودی پہ ہوش مجھے
سنائی دیتی ہے آواز نا و نوش مجھے
ہے تیرے عشق کا تیرہ رجب سے جوش مجھے
ہر اک کو ساغرِ وحدت پلا دیا تو نے
بتوں کو کعبہ میں سجدہ کرا دیا تو نے

(۲۰۹)

پسند کب کسی ساقی کا ہے شباب مجھے
ہے بادہ نوشیٔ دنیا سے اجتناب مجھے
لے آیا کھینچ کے ظلمت سے آفتاب مجھے
وہ ڈھونڈھتا ہوں جو ظاہر کرے شراب مجھے
مرے شرف کی نہ ممکن ہو خود نظیر مجھے
وہ مئے پیوں گا جو دے ساقیٔ غدیر مجھے

(۲۱۰)

تھا کون تیرے سوا دل کا رازداں ساقی
کہاں یہ رندِ گنہگار اور کہاں ساقی
کھلا اب آج ترا لطفِ بے کراں ساقی
مجھے سنبھال لیا وقتِ امتحاں ساقی
پڑا ہوا کسی گوشہ میں تھا خذف کی طرح
مئے غدیر نے ڈھونڈھا دُرِ نجف کی طرح

(۲۱۱)

یہ مئے وہ ہے جو زمین اور آسماں میں چلی
یہ مئے وہ ہے کہ جو بزمِ فرشتگاں میں چلی
یہ مئے وہ ہے کہ جو حوروں کے درمیاں میں چلی
یہ مئے وہ ہے یدِ قدرت سے لا مکاں میں چلی
ارے کہاں سے کہاں پر گیا اثر اس کا
ہوا ہے بارگہِ قدس تک گذر اس کا

(۲۱۲)

اُسی شراب کی کرتا ہوں التجا ساقی
چلی ہے جو صفتِ لطفِ کبریا ساقی
جسے زمیں نے کیا عرش سے جدا ساقی
بسانِ وحی جو مئے آئی ہے وہ لا ساقی
وہ مئے ازل سے جو ہے رفعتیں دکھائے ہوئے
وہ مئے جسے پرِ جبریل ہیں چھپائے ہوئے

(۲۱۳)

یہ جام یوں شہہِ گردوں صریر تک آیا
ملک سے دستِ رسولؐ کبیر تک آیا
لباسِ مئے میں جنابِ امیرؑ تک آیا
حجابِ قدس سے بزمِ غدیر تک آیا
یہ نور چشمِ یگانہ نہ چشمِ غیر میں تھا
وہ آفتاب جو ہفت آسماں کی سیر میں تھا

(۲۱۴)

زمیں پہ آ کے بھی باقی ہے اختیار وہی
جو تھا فلک پہ رہا خاک پر وقار وہی
نگاہِ مست وہی، قلبِ ہوشیار وہی
جمال و رنگ وہی بو وہی خمار وہی
مٹا نہ اوج جو زوجِ بتولؑ تک آئی
اُتر کے عرشِ خدا سے رسولؐ تک آئی

(۲۱۵)

علیؑ پہ تھا نہ کوئی مہرباں خدا کی طرح
ہے کس شراب کو رفعت مئے ولا کی طرح
زمیں پہ اوج ملا پائے مرتضیٰؑ کی طرح
یہ مئے بلند رہی دوشِ مصطفیٰؐ کی طرح
وہ مئے کہ فوق جسے اوجِ سلسبیل پہ تھے
وہ جام جس کے قدم دستِ جبرئیل پہ تھے

(۲۱۶)

یہ مئے ہے حبِ علیؑ کی نہ پوچھ حال اِس کا
رسولؐ رند ہیں، ساقی ہے ذوالجلال اِس کا
نہ کیجیو سرِ بازار احتمال اِس کا
چھپا ہوا دلِ مومن میں ہے جمال اِس کا
مکانِ پاکِ جناب رسولؐ تک آئی
وہ پردہ دار جو بزمِ بتولؑ تک آئی

(۲۱۷)

وہ مئے، ہیں جس میں عیاں ارض وآسماں دو دو
وہ مئے کہ جس میں اُتر آئے ہیں جہاں دو دو
دکھائی دیتے ہیں بحرین کے سماں دو دو
وہ مئے ہیں جس میں اثر رنگ کے عیاں دو دو
جناں جو مئے سے چھٹے حسن کے اُتارے ہوئے
چلی لباس حسینؑ و حسنؑ سنوارے ہوئے

(۲۱۸)

چمک میں جام کی دیکھوں اگر تو برق کہوں
طلوعِ مہر جو ہو غرب سے تو شرق کہوں
جہاز ڈوب کے اُبھرے تو حالِ غرق کہوں
مئے غدیر و مئے کربلا کا فرق کہوں
مآلِ جوشِ ولا حسرتِ فضا میں بڑھا
جو ابتدا کا اثر تھا وہ انتہا میں بڑھا

(۲۱۹)

تھا جوشِ دیں سے نہ خالی جو پھول کا ساغر
عدو تھا محفلِ اہلِ جہول کا ساغر
جو تھا غدیر میں دستِ رسولؐ کا ساغر
وہ ہو گیا دل و جانِ بتولؑ کا ساغر
ہوس، جہادِ شہِ مشرقین سے نکلی
نبیؐ کے دل کی تمنا حسینؑ سے نکلی

(۲۲۰)

کبھی تھا دل میں مرے دردِ لا دوا ساقی
مخالفت کی مرے سر میں تھی ہوا ساقی
غرض جناں سے عدو کو ہے تیرے کیا ساقی
تھا میکشوں سے طریقہ مرا جدا ساقی
ہوائے دورِ خزاں موسمِ بہار میں تھی
اُسی سے دور تھا، مئے جس کے اختیار میں تھی

(۲۲۱)

ترے کرم سے ہر اک کامیاب ہے ساقی
جو ذرّہ ہے، صفتِ آفتاب ہے ساقی
حلال میے سے کسے اجتناب ہے ساقی
نیا یہ میرے لئے انقلاب ہے ساقی
جو میے ہے خلد میں یکتا، وہ بے حجاب پیٔوں
عجیب بات ہے توبہ کروں شراب پیٔوں

(۲۲۲)

نکل کے اشک، دلِ زار کی خبر دے گا
مرا تڑپنا دمِ ہجرِ مئے اثر دے گا
شراب خود مجھے ساقی پکار کر دے گا
جدھر نگاہ پڑے گی وہ جام بھر دے گا
جو مجھ سے بزم میں ہٹ کر چلے وہ دور نہیں
میں اک غریب کا مہماں ہوں، کوئی اور نہیں

(۲۲۳)

کیا بھی یا نہیں ساقی مرے مآل پہ غور
ہے میکشی کا نرالا ہر ایک رند سے طور
نہیں علاج مرض مجھ سے رند کا کوئی اور
بسانِ جام اگر زندگی کا ختم ہو دور
سکوں پھری ہوئی پُتلی کے اضطراب کو دیں
حسینؑ منہ میں دوا کی طرح شراب کو دیں

(۲۲۴)

جہاں میں موت اگر آئے خواب کے بدلے
تسلیاں ہوں مجھے اضطراب کے بدلے
شرابِ نزع میں رنگ انقلاب کے بدلے
حسینؑ مئے کو پلائیں جو آب کے بدلے
وہ ہوش ہی نہیں گر بیخودی قریب نہ ہو
وہ خوابِ مرگ جو سلماں کو بھی نصیب نہ ہو

(۲۲۵)

سمجھ تو لے مری توبہ کا مدّعا ساقی
ہے اس قدر مرے پینے کی انتہا ساقی
دکھاؤں پی کے تجھے نشہ کی ادا ساقی
اگر مروں تو کرے ناز خود قضا ساقی
(یہ) کیف اُکھڑے ہوئے دم کے آج ساتھ میں ہو
ہو سر حسینؑ کے زانو پہ جام ہاتھ میں ہو

(۲۲۶)

میں دم جو توڑوں گا ہنگامِ مدعا ساقی
ملے گا زانوئے سلطانِ کربلا ساقی
سناؤں تجھ کو ابوذرؓ کا واقعہ ساقی
نہ پایا نزع میں زانو رسولؐ کا ساقی
نثار جس پہ تھے نزدیک وہ حبیبؐ نہ تھا
سوائے خاک کے تکیہ کوئی نصیب نہ تھا

(۲۲۷)

برے وہ بخت ہیں جن سے کہ انفعال ملیں
شہید ہوں تو مجھے لطف ذوالجلال ملیں
کر اُن پہ رحم تو ساقی جو غیر حال ملیں
میں سبز جام نہ لوں گا ملیں تو لال ملیں
یہ حرؑ، غلام، شہنشاہِ مشرقین کا ہے
وہی ہے سرخ مرا رنگ جو حسینؑ کا ہے

(۲۲۸)

اُٹھا جناں سے نظر سوئے کربلا ساقی
ترے پسر کے لئے آج ہے وغا ساقی
سپہ میں گھر گئے ہیں سبطِ مصطفیؐ ساقی
نبرد کی شہؑ دیں تک ہے انتہا ساقی
چھری پھرائیں گے جب اہلِ جور اے ساقی
وہ تیری بزم کا آخر ہے دور اے ساقی

(۲۲۹)

(آلِ) اہل جفا کچھ نہ لاؤں گا ساقی
وہاں لڑوں گا جہاں بھیڑ پاؤں گا ساقی
جو تو نے دی ہے وہ قوت دکھاؤں گا ساقی
عدو کا مئے کی طرح خوں بہاؤں گا ساقی
ہر ایک پھر گیا بیکس کو آسرا دے کے
مروں گا فوج کو اچھی طرح سزا دے کے

(۲۳۰)

یہ کہتے جاتے تھے حرؑ اور محوِ جنگ بھی تھے
وغا کے جوش میں ضیغم بھی تھے نہنگ بھی تھے
فرس کی طرح سے دورن میں زین و تنگ بھی تھے
ہر ایک ضرب میں دستِ جری کے رنگ بھی تھے
عدو کا اُڑ کے لہو آستین تک آیا
جو سر پر وار پڑا وہ زمیں تک آیا

(۲۳۱)

غضب بھرے ہوئے حملے میانِ دشتِ وغا
کئے ہوئے تھے قیامت نبرد میں برپا
تڑپ رہی تھیں جو روحیں تو منتشر تھی فضا
زمیں دکھائی نہ دیتی تھی میّتوں کے سوا
جفائیں رن میں نہ ہنگامِ امتحاں اُٹھیں
لہو میں ڈوبی ہوئی سرخ آندھیاں اُٹھیں

(۲۳۲)

لرز رہی تھی ہر اک وار پر زمینِ نبرد
چھپے ہوئے تھے دمِ جنگ، خون میں رخِ زرد
ہوائے موت نے بازارِ زیست کو کیا سرد
گرائے دیتی تھی گھوڑوں کو دب کے پاؤں میں گرد
چلے سمند، ہلے زین، رسالہ دار گرے
ذرا غبار کو جنبش ہوئی، سوار گرے

(۲۳۳)

تڑپ تڑپ کے جو گرتی تھی تیغِ صاعقہ دم
رکھے تھے پاؤں پہ سر اور کبھی سروں پہ قدم
جدا جدا تھے وہ اعضا جو زیست میں تھے بہم
نفس کو ڈھونڈھ رہے تھے مسافرانِ عدم
تغیراتِ جہاں سے نگاہ موڑ گئے
قضا کو لے کے چلے، زندگی کو چھوڑ گئے

(۲۳۴)

دلیر محوِ وغا تھا جو غیظ میں ہر سو
بدل رہا تھا جہاں انقلاب کے پہلو
حسامِ تیز سے فوّارے بن گئے تھے گلو
ہوا کی چادرِ خاکی کو دھو رہا تھا لہو
بتا رہے تھے نفس انتشار کے پہلو
بھرے ہوئے تھے لہو سے غبار کے پہلو

(۲۳۵)

سرانِ فوج کہیں، فوجِ نابکار کہیں
کہیں گلے تھے، کہیں سر، لہو کی دھار کہیں
تھے انتشار میں ذرّے کہیں، غبار کہیں
فنا کے بعد پیادہ کہیں، سوار کہیں
فراقِ روح و جسد رن میں کہہ چلے کشتے
زمیں پہ خون کے ریلے میں بہہ چلے کشتے

(۲۳۶)

نبرد کی وہ کشاکش وہ انتشار میں فوج
وہ تن سے دم کا نکلنا وہ احتضار میں فوج
کبھی غبار سے باہر کبھی غبار میں فوج
وہ با حواس لڑائی وہ اختیار میں فوج
جری کا ہاتھ دمِ جنگ بر محل آیا
جدا سر اس کا کیا صف سے جو نکل آیا

(۲۳۷)

بڑے بڑوں کا نہ چلتا تھا کوئی موت سے بس
جدا کئے ہوئے ہر عضو تھی وغا کی ہوس
کچل رہے تھے دمِ جنگ میّتوں کو فرس
نگاہ پر نہ بھروسا نہ اعتبارِ نفس
وغا میں کون وہ حالت تھی جو کہ غیر نہ تھی
سپاہیوں کی طرح افسروں کی خیر نہ تھی

(۲۳۸)

وغا میں کم نہ ہوئے ولولے غضنفر کے
حسام جس پہ اٹھائی وہ گر پڑا مر کے
ہر ایک وار پہ ٹکڑے اُڑائے لشکر کے
سپہ کا خون بہایا محاصرہ کرکے
صراطِ تیغ پہ خونِ گلو کو چڑھنے دیا
نہ پیچھے ہٹنے دیا اور نہ آگے بڑھنے دیا

(۲۳۹)

وغا میں حرّ سے یہ کہتی تھی قلب کی تاکید
کرو سپاہ پہ حملے دمِ نبرد شدید
پھرے ہیں آلِ پیمبرؐ سے پیروانِ یزید
خدا کی راہ میں ہوں گے امامؑ عصر شہید
وہ کیا کروں جو نہ جاں دے بتولؑ کا بیٹا
گھرا ہوا ہے بلا میں رسولؐ کا بیٹا

(۲۴۰)

یہ دھیان جنگ میں گو ہوش کھوتے جاتے ہیں
وغا میں قہر کے حملے ہی ہوتے جاتے ہیں
عدو کے خون سے ہاتھوں کو دھوتے جاتے ہیں
امامؑ عصر کی الفت میں روتے جاتے ہیں
تپاں ہوئے تو شہؑ مشرقین کو دیکھا
کبھی لڑے کبھی مڑ کر حسینؑ کو دیکھا

(۲۴۱)

سپہ میں حرؑ نے تلاطم جو کر دیا برپا
یہ افسروں سے بنِ سعدِ بے حیا نے کہا
نہ لڑ سکے گا کوئی حرؑ سے یوں میانِ وغا
جری پہ دشت میں برسائیں تیر اہلِ جفا
یہ حکم پاتے ہی اعدا برائے جنگ چلے
ہزاروں رن میں کمانیں کھنچیں خدنگ چلے

(۲۴۲)

چلے سپہ سے جو بے انتہا دلیر پہ تیر
یہ کارگر پسرِ سعد کی ہوئی تدبیر
جری سے جنگ میں برگشتہ ہو گئی تقدیر
ہوئی قضا کے نہ آنے میں پھر کوئی تاخیر
جو رن میں جوش تھا وہ ختم صفدری کا ہوا
خدنگِ ظلم سے غربال، تن جری کا ہوا

(۲۴۳)

اسد کو رنجِ فریبِ سپاہِ شر پہنچا
اجل کا ساتھ خدنگوں کے نامہ بر پہنچا
دلیر جنگ میں زخمی ہوا ضرر پہنچا
کئی خدنگ وہ تھے جن کا یہ اثر پہنچا
ملالِ ضعف، وغا میں دلیر سہنے لگا
کہ دل کا خون کلیجے کے ساتھ بہنے لگا

(۲۴۴)

گھٹی جو قلب کی ہمت رہا نہ جوشِ وغا
یہ حال دیکھ کے نزدیک آ گئے اعدا
کسی شریر نے وقتِ نبرد کی یہ جفا
فرس پہ جھوم رہے تھے کہ پیے ہوا گھوڑا
شغال فوج میں خوش ہو گئے جو شیر گرا
زمیں پہ دل کو سنبھالے ہوئے دلیر گرا

(۲۴۵)

اِدھر گرے حرؑ غازی جو خاک کے اوپر
سپاہ شہؑ میں ہر اک کی لڑی ہوئی تھی نظر
یہ حال دیکھ کے جھپٹا ہر ایک نیک سیر
لے آئے حرؑ کو قریب امامِ جن و بشر
نہ تھی جہاں کی کوئی قلب میں ہوس باقی
تھا بہرِ دیدِ شہنشاہِ دیں، نفس باقی

(۲۴۶)

امامِ عصرؑ کا مہماں جب اس طرح آیا
بڑھے گلے سے لگانے کو سیّدؑ والا
قریب در کے جب آیا ہزبر دشت وغا
زمین پہ بیٹھ کے زانو پہ شہؑ نے سر رکھا
امامِ عصرؑ غمِ سینہ چاک کرنے لگے
لہو کو چہرۂ غازی سے پاک کرنے لگے

(۲۴۷)

یہ کہتے جاتے تھے خوں پوچھ پوچھ کر شبیرؑ
خدا نے اب تو عطا کی بہشت کی جاگیر
بتائی یوں تجھے اعمالِ نیک نے تدبیر
شہید بھی کریں غبطہ وہ پائی ہے تقدیر
جہاں کی فکر نہ رکھّی خیال دیں رکھا
کہ ماں نے نام ترا حرؑ غلط نہیں رکھا

(۲۴۸)

دمِ نبرد سہے جتنے دل پہ ظلم و ستم
زیادہ ہوتا گیا اُتنا حق کا لطف و کرم
ملیں گے کوثر و تسنیم و حور و باغِ ارم
تو حرؑ بہشت و جہاں میں ہوا خدا کی قسم
نہ مٹنے پائے گا تا حشر یہ الم تیرا
کریں گے سب مرے ماتم کے ساتھ غم تیرا

(۲۴۹)

سنا یہ جس نے وہ مانند چشم تر رویا
تڑپ اُٹھا دلِ بیتاب اگر جگر رویا
بیانِ دردِ شہؑ دیں پہ خود اثر رویا
حرؑ دلیر یہ سن سن کے اِس قدر رویا
بیاں وہ کر نہ سکے دل نے جو ملال کیا
کہ روتے روتے بہادر نے انتقال کیا

(۲۵۰)

غلامِ حرؑ نے جب اس طرح لطف شہؑ دیکھا
امامِ عصر کے زانو پہ ہے سرِ آقا
چلا یہ کہتا ہوا، روح اِس کرم پہ فدا
نہ رک سکا سپہِ شر نے گو بہت روکا
سنبھالتا ہوا لے آیا قلبِ مضطر کو
تڑپ کے پائے شہِ دیںؑ پہ رکھ دیا سر کو

(۲۵۱)

کلام دستِ ادب جوڑ کر یہ اس نے کیا
مجھے محبتِ مولا نے اس طرف کھینچا
امامؑ ہو تو خدا کی طرف سے ہو ایسا
مجھے بھی لائی ہے امید تا ہو عفوِ خطا
تپاں گناہ سے قلبِ ملول ہے مولا
کرے غلام جو توبہ، قبول ہے مولا؟

(۲۵۲)

خطا حسینؑ نے بخشی ہوئے گناہ معاف
رضا ملی تو چلا بہرِ جنگ اہلِ خلاف
چلی حسام بھرا میّتوں سے دشتِ مصاف
اُنہیں کو قتل کیا تھے جو محو لاف و گزاف
وہ جنگ کی کہ زمانہ دمِ وغا بدلا
لیا غلام نے آقا کے خون کا بدلا

(۲۵۳)

ہر ایک ضرب پہ ہوتا تھا تہلکہ برپا
سپاہیوں کو دم جنگ آ رہی تھی قضا
قریب تھا کہ فراری ہوں رن سے اہلِ جفا
شہید ہو کے فرس سے زمیں پہ خود ہی گرا
کچھ اتنے زخم پڑے جس سے حال غیر ہوا
نثار، شہ پہ ہوا خاتمہ بخیر ہوا

(۲۵۴)

جب اس طرح سے گرا وقتِ جنگ حرؑ کا غلام
اُٹھا کے دشتِ ستم سے لے آئے لاش امامؑ
سوئے بہشت گیا رن سے جب وہ نیک انجام
بپا حسینؑ کے احباب میں ہوا کہرام
مفارقت پہ شہ مشرقینؑ رونے لگے
غلامِ حرؑ کے لئے خود حسینؑ رونے لگے

(۲۵۵)

ہر اک کے ہجر میں روئے امامؑ عرش جناب
کہ بے قرار رہا دیر تک دلِ بیتاب
بھرے تھے اشک مصیبت ہر ایک چشمِ پُرآب
ملال دے گئے رن میں حسینؑ کے احباب
عزیز رکھتے تھے اس طرح نیم جانوں کو
حرم بھی روئے شہ دیںؑ کے میہمانوں کو

(۲۵۶)

بیانِ حالِ مصیبت نہ کر بس اے ذاخرؔ
کہ اب کی طبع رہی نظم سے بہت قاصر
کوئی یقین نہ سمجھے گا گر کروں ظاہر
امام عصرؑ مرے رازِ دل سے ہیں ماہر
بڑھے نہ حد کا الم اور نہ مضطرب دل ہو
اگر وہ چاہیں تو آساں ہر ایک مشکل ہو

الحمدللہ تمام شد این مرثیۂ نو تصنیف از فکر ناقص ذاخرؔ لکھنوی الملقب بہ دعبل ہند بتاریخ شب بست و نہم ماہ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ در احوال پر ملال جناب حر علیہ السلام مہمان و انصار ابو عبداللہ الحسین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و کتابت این مرثیہ ہم از دست ناقص ذاخرؔ لکھنوی الملقب بہ دعبل ہند۔



(بقیہ صفحہ نمبر ۲۰ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

مولف 'ابصار العین' نے ابوثمامہ کو نماز میں تو شریک قرار دیا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد ابوثمامہ نے امام سے عرض کیا کہ ''فرزند رسولؐ اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں سے جا کر ملحق ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں باقی رہ جاؤں اور آپ میرے سامنے شہید ہو جائیں۔'' امام نے فرمایا اچھا آگے بڑھو ہم بھی تمہارے بعد آتے ہیں۔ ابوثمامہ آگے بڑھے اور کچھ دیر جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گئے اس کے بعد ان کے الفاظ یہ ہیں: **فقتله قيس بن عبدالله الصائدی ابن عم له كان له عدوا و كان ذلک بعد قتل الحر۔**

ان کو قیس بن عبداللہ صائدی ان کے چچا زاد بھائی نے جو ان کا دشمن تھا قتل کیا اور یہ حر کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے۔''

یہ 'طبری' کے گذشتہ فقرہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں ابوثمامہ صائدی مقتول ہیں اور ان کا چچا زاد بھائی قاتل اور 'طبری' کی عبارت اصل میں یوں ہونا چاہئے کہ: **قتل اباثمامة الصائدی ابن عم له۔۔۔ الخ**

اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ پھر اس کے بعد کہیں ابوثمامہ کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس صورت میں یہ درست نہیں ہے کہ ابوثمامہ نماز ظہر میں شریک ہوئے اور نماز کے بعد قتل ہوئے بلکہ تاریخ صراحت کر رہی ہے کہ یہ نماز ظہر کے قبل کا واقعہ ہے اور نماز اس کے بعد ہوئی ہے۔ ❁❁❁

التماس ترحیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۂ حمد اور تین بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر جملہ مومنین مرحومین خصوصاً **مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع و حسن جہاں بنت باقر علی خاں** کے ارواح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم

نکّر پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سینٹر حسین آباد، لکھنؤ